بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصہ مسیحی [illegible] بننے کا

"بے نظیر مسیحیوں کے ساتھ [illegible]
[illegible] ہے لیکن ضیاء الحق کے بنائے [illegible]
ایک لفظ تک بھی ترمیم نہ کر سکی ... [illegible]
جمہوریت ہے" (مسیحی رہنما [illegible])
"انہوں نے وزیراعظم کے خلاف [illegible]
(اسلام آباد)

مرتب [illegible]

حافظ مسیحیت محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ ستارۂ سماج
ایڈیٹر ماہنامہ "المذاہب" ملک پارک شاہدرہ، لاہور

قیمت [illegible] روپے

اسلامی مشن [illegible] نگر، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصہ مسیحی رہنماؤں پر مقدمات بننے کا

"بے نظیر مسیحیوں کے ساتھ صرف لفظوں کی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے لیکن ضیاء الحق کے بنائے ہوئے قوانین میں ایک لفظ تک بھی ترمیم نہ کر سکی .... ملک میں لنگڑی لولی جمہوریت ہے" (مسیحی ریلی میں عیسائی رہنماؤں کی تقاریر)
"انہوں نے وزیراعظم کے خلاف تقریریں کیں" (سیشن جج اسلام آباد)

انتخاب، تحریر، تزئین

محقق مسیحیت محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ، ستارۂ سماج
ایڈیٹر ماہنامہ "المذاہب" ملک پارک شاہدرہ، لاہور

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصہ مسیحی رہنماؤں پر مقدمات بننے کا

تعارف

بہ سلسلہ تقاریر مسیحی رہنماؤں پر مقدمات کے اندراج کا واقعہ پاکستان کی تاریخ میں منفرد، عجیب اور ایک اچنبھا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر متعلقہ تحاریر یکجا شائع کی جا رہی ہیں۔

پہلا مقالہ	مسیحی راہنماؤں پر مقدمات
دوسرا مقالہ	قصہ مسیحی رہنماؤں پر مقدمات بننے کا
تیسرا مقالہ	مسیحی رہنماؤں کے مقدمات عدالت میں
چوتھا مقالہ	۲۹۵ سی کو روکنا منع ہے؟
پانچواں مقالہ	مسیحی لیڈروں پر مقدمات واپس لیے جائیں
چھٹا مقالہ	مسیحی شور و غل کی حقیقت
ساتواں مقالہ	دھمکیاں ہی دھمکیاں

دفتر ماہنامہ المذاہب ملک پارک شاہدرہ لاہور

محمد اسلم رانا
۱۳ دسمبر ۱۹۹۵ء

پہلا مقالہ

مسیحی رہنماؤں پر مقدمات

بشپ جان جوزف اور سیسل چودھری کے خلاف مقدمات واپس لئے جائیں

لاہور (پ ر) اقلیتی محاذ برائے مساوی حقوق کے سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر سٹیفن ملک، مرکزی صدر ضیاء کھوکھر، سینئر نائب صدر مائیکل ڈیوڈ، چیئرمین ایگزیکٹو کمیٹی ولیم روشن، سیکرٹری جنرل جی ایم اختر، سینئر ممبر طارق خان، آصف جان، یونس سراج اور بشیر مسیح نے ایک مشترکہ بیان میں رائٹ ریورنڈ ڈاکٹر جان جوزف بشپ آف فیصل آباد اور ۱۹۶۵ء کی جنگ کے قومی ہیرو گروپ کیپٹن ریٹائرڈ سیسل چودھری کے خلاف اقلیتوں کے جائز حقوق کے لیے تقاریر کرنے پر جو مقدمات کئے گئے ہیں ان سے اقلیتوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ اور ان میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ گیا ہے۔ ان کے خلاف مقدمات فوری واپس لئے جائیں۔ ("نوائے وقت" ۹۵-۹-۱۳)

اتنی سی خبر پڑھ کر بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" اکتوبر ۹۵ء موصول ہوا۔ اس میں لکھا ہے۔ "سیاسی سطح پر آتش بار مسیحی مقررین اور کارکن سیکولر لابی کے تعاون سے وطن عزیز کی بنیادی اساس کو چیلنج کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ حال ہی میں ۱۱ اگست کو "کرسچن لبریشن فرنٹ" نے اسلام آباد میں ایک احتجاجی ریلی کا اہتمام کیا جو خیبر پلازہ سے شروع ہو کر پارلیمنٹ چوک پر ختم ہوئی۔ متعدد مقررین نے

ریلی سے خطاب کیا اور آخر میں انہوں نے اپنے مطالبات پر مشتمل ایک یادداشت وزیراعظم کے دفتر میں پیش کی۔ مقررین نے جو کچھ اپنے خطاب میں کہا تھا۔ اس کی تفصیلی رپورٹ تو پیش نظر نہیں، مگر "کاتھولک نقیب" کے مطابق مقررین نے اس امر پر زور دیا کہ۔

"پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور انہیں تیسرے درجے کا شہری تصور کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ ہمارا استحصال ہوا ہے۔"

فیصل آباد کے کیتھولک بشپ جان جوزف نے سیاست دانوں کو نشانہ تنقید بنایا۔ ان کے بقول ہمارے سیاست دان ملک کو تقسیم کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمران بزدل ہو چکے ہیں جو بغیر کلاشنکوف کے باتھ روم تک نہیں جاتے۔ جو کلاشنکوف کراچی میں دہشت گردوں کے خاتمے اور کشمیری بھائیوں کی مدد کے لیے استعمال ہونی چاہئے، ہمارے حکمرانوں نے انہیں اپنے طور پر ظاہری (کذا) کر رکھا ہے۔

کرسچن لبریشن فرنٹ کی ریلی کو تنظیم کے چیئرمین نے ریفرنڈم کا نام دیا جو ان کے بقول "جبرو استحصال، مذہبی دہشت گردی اور نااہل اراکین اسمبلی کے خلاف ہے۔"

پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" کی اجمالی رپورٹ سے ریلی اور اس کے مقررین کی ذہنی افتاد کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے یہ امر چنداں تعجب خیز نہیں کہ قانون نافذ کرنے والوں نے مقررین کے انداز اظہار کو اشتعال انگیزی پر مبنی قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف دفعہ ۱۵۳۔ الف اور

دفعہ ۱۶ ایم۔ پی۔ او کے تحت مقدمہ درج کیا ہے۔"

بشپ ڈاکٹر جان جوزف کے خلاف مقدمہ فی الفور واپس لیا جائے۔ مسیحی جمہوری محاذ کا مطالبہ

فیصل آباد (پ ر) مسیحی جمہوری محاذ کا ایک ہنگامی اجلاس کرسچین ٹاؤن میں شریف نیر کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا' صدارت شریف نیر نے کی' اجلاس میں نوجوان سیاسی رہنما خلیل طاہر ایڈووکیٹ نے خصوصی طور پر شرکت کی' خلیل طاہر ایڈووکیٹ نے کہا کہ MPO 16 کے تحت عوامی بشپ جان جوزف اور دیگر مسیحیوں پر جو جھوٹا مقدمہ قائم ہوا ہے' اس کی عبوری ضمانت میں توسیع کر کے' آئندہ تاریخ پیشی ضمانت 24 ستمبر مقرر کی گئی ہے' انہوں نے کہا کہ اس مقدمہ کی وجہ سے مسیحی عوام میں بے یقینی کی فضاء پیدا ہو رہی ہے' لہٰذا حکومت کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ مقدمہ کو فوراً خارج کیا جائے' اس موقعہ پر محاذ کے جنرل سیکرٹری جناب جاوید گل نے کہا کہ ملک پاکستان کی فضا کو خراب ہونے سے بچایا جائے' کیونکہ مسیحی وطن عزیز کی سالمیت' استحکام اور ترقی کے لئے پیش پیش ہیں اور مسیحی قوم بشپ جان جوزف پر جھوٹا مقدمہ کسی طور پر برداشت نہیں کرے گی' لہٰذا بشپ جان جوزف اور دیگر ساتھیوں پر جھوٹا مقدمہ خارج کیا جائے۔ ("مکاشفہ" اکتوبر ۹۵ء)

المذاہب ۱۱ اگست والی اسلام آباد ریلی کی رپورٹ روزنامہ "خبریں" کے حوالہ سے المذاہب ستمبر میں پیش کی جا چکی ہے۔

اس ریلی کی ایک قدرے تفصیلی رپورٹ مسیحی جریدہ "مکاشفہ" ستمبر

۹۵ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں قریباً سبھی مقررین نے گرم گرم تقریریں کی تھیں۔ سیسل چوہدری کا لہجہ نسبتاً شستہ تھا۔
خدا معلوم ان رہنماؤں کے اصل قابل گرفت الفاظ کیا تھے؟

"میں سمجھتا ہوں کہ تشدد ہمیشہ تشدد کو پکارتا ہے۔ آگ ہمیشہ آگ کو دعوت دیتی ہے، اگر ہم برداشت کریں گے تو برداشت کئے جائیں گے، یہ وہ معیار ہے، جس کو عمل میں لاتے ہوئے ہم ٹوٹے اور بکھرے لوگوں کو ریزہ ریزہ چن کر نئی زندگی اور نئے مراسم کے لئے جیت سکتے ہیں۔" ("نقیب" ۹۵-۱۱-۱)

دوسرا مقالہ

قصہ مسیحی رہنماؤں پر مقدمات بننے کا

اس اجتماع منعقدہ ۱۱ اگست ۹۵ء میں تقریباً پانچ ہزار مسیحی مردوں اور عورتوں نے شرکت کی۔ شرکاء اسلام آباد میں جنید پلازہ کے قریب اکٹھے ہو کر ایک میل لمبے جلوس کی شکل میں پارلیمنٹ چوک پہنچے۔ جلسہ میں تقاریر کی وجہ سے مسیحی لیڈروں کے خلاف مقدمات قائم کئے جانے کا یہ پہلا موقع ہے۔ مقدمات ۱۵۳۔ الف اور ایم پی او ۱۶ کے تحت درج کئے گئے ہیں، جو حکومت اور برسر اقتدار رہنماؤں کی مخالفت، بغاوت اور ان کے خلاف مظاہروں پر لاگو ہوتے ہیں، حالانکہ بادی النظر میں ان مقدمات کا دائرہ وسیع کیا جانا چاہئے تھا۔ مسیحی ماہنامہ "مکاشفہ" ستمبر ۹۵ء اور روزنامہ "خبریں" لاہور ۱۲۔ اگست کے مطابق مقررین کے درج ذیل الفاظ بھی قابل گرفت معلوم ہوتے ہیں، جن پر کوئی باز پرس نہیں کی گئی:۔

(ا) ملک و آئین سے بغاوت اور ان کی بھٹی

(۱) ہمیں ایک بار پھر دور غلامی یاد آ رہا ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں مسیحیوں کے حقوق بے دردی سے کچلے گئے، ہم ۱۹۷۳ء کے آئین کو نامنظور کرتے ہیں، دل چاہتا ہے کہ مطالبات منظور ہونے تک پارلیمنٹ ہاؤس سے دور نہ جائیں۔

(۲) جداگانہ انتخاب نامنظور۔ مسیحیوں کے حقوق بحال کئے جائیں۔

(۳) جب تک ہر پاکستانی کو بلا تفریق مذہب و رنگ و فرقہ مساویانہ

حقوق نہیں دیئے جاتے، یہاں جمہوری دور نہیں آئے گا۔ مسیحیوں کے حقوق کی بحالی تک یہ احتجاجی جلسے، جلوس اور ریلیاں جاری رہیں گی۔

(۴) مسیحیوں کے خلاف امتیازی قوانین بنا کر انہیں دوسرے درجہ کے شہری سمجھا جا رہا ہے۔ یہ مسیحیوں کے ساتھ سراسر ظلم اور کھلی ناانصافی ہے۔

(۵) مسیحیوں نے آج تک ان ۴۸ برسوں میں پٹھی کھل لھوائی ہے، ہر حکومت نے ہم پر ظلم کیا، اب وقت آگیا ہے کہ ہم مزید ظلم نہیں ہونے دیں گے۔

(۶) ملک میں لولی لنگڑی جمہوریت ہے۔

(۷) پوری مسیحی قوم ظالموں کے خلاف ہے اور ظلم کے خلاف ہم آخری دم تک لڑتے رہیں گے اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

(۸) آج اقلیتوں کو حیوان سے بدتر سمجھا جا رہا ہے، ان کے خلاف مختلف قوانین بنائے گئے ہیں۔

(۹) موجودہ حکومت سے ہماری اپیل ہے کہ ہمیں ہمارے بنیادی حقوق دیئے جائیں۔

(۱۰) پاکستان کی سب سے بڑی مسیحی پارٹی کرسچین لبریشن فرنٹ اور ملک کی کئی مسیحی پارٹیوں نے پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین سے بغاوت کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اور ۱۴۔ اگست کو یوم آزادی کی تقریبات کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اسلامی جمہوریہ لکھنے کی بجائے عوامی جمہوریہ لکھنے کا

مطالبہ کیا ہے۔

(۱۱) پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ ہمیشہ ناروا سلوک کیا جاتا ہے اور انہیں تیسرے درجہ کا شہری تصور کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ہمیشہ ہمارا استحصال ہوا ہے۔

(۱۲) زندگی کے ہر دور میں مسیحیوں سے بدیانتی کی گئی۔

(۱۳) افسوس جہاں یہ قوانین بنتے ہیں، وہاں ہمارا ایک بھی نمائندہ موجود نہیں۔

المذاہب:۔ غلط ہے، بالکل غلط! پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں اقلیتوں کے دس نمائندے موجود ہیں، جن میں سے چار عیسائی ہیں۔

(۲) اسلامی قوانین کی مخالفت و مذمت اور الزام تراشی

(۱) ہم پر چور دروازے کے راستے امتیازی قوانین ٹھونسے گئے ہیں، جو ہماری ہلاکت کا باعث ہیں، ہم ان کی مذمت کرتے ہیں، ان قوانین کی منظوری کے لئے جن مذہبی اور سیاسی لیڈروں نے دستخط کئے تھے، ہم ان کی مذمت کرتے ہیں۔

(۲) امتیازی قوانین کی منسوخی چاہتی ہوں۔

(۳) حکومت تمام امتیازی قوانین کا خاتمہ کرے۔

(۴) ہمارا یہ ریفرنڈم جبرو استحصال، کالے قوانین، مذہبی دہشت گردی اور فرقہ واریت کے خلاف ہے۔

(۵) آج ہم اعلان کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت کے قوانین مسیحی شریعت پر لاگو نہیں ہوتے، ہم توہین رسالت، تنسیخ نکاح، حدود آرڈی

نینس' ۲۹۵ بی' سی اور قانون شہادت ایسے قوانین کو نہیں مانتے' یہ سراسر ظلم اور ہمارا استحصال ہے' کیونکہ ان کے غلط استعمال سے کئی لوگ تختہ دار پر چڑھ چکے ہیں' ہم حکومت وقت اور اپوزیشن کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم یہ ظلم برداشت نہیں کریں گے۔

(۶) ہمارا مطالبہ ہے کہ امتیازی قوانین ختم کئے جائیں اور مسیحیوں کو مساویانہ حقوق دئے جائیں۔

(۷) ہمارے خلاف امتیازی قوانین منسوخ کئے جائیں۔

(۸) توہین رسالتؐ سمیت تمام امتیازی قوانین کا خاتمہ کیا جائے۔

(۹) یہ قوانین غیر اخلاقی بھی ہیں' جن کے استعمال کی وجہ سے کئی لوگ تختہ دار پر چڑھ چکے ہیں۔

المذاہب:۔ افتراء و بہتان تراشی ہے' ان قوانین کی وجہ سے ایک شخص بھی "تختہ دار پر نہیں چڑھ چکا"۔

(۳) اسلام و نظریہ پاکستان دشمنی

(۱) ہمارے حکمرانوں نے قائد اعظمؒ کے عہد کو سبوتاژ کیا' اپنی مرضی کے قوانین بنا کر قائدؒ کی روح کو تڑپا رہے ہیں۔

(۲) آج سے ۴۸ سال پہلے قائد اعظمؒ نے کہا تھا سیکولر پاکستان بنے گا۔ محترمہ بے نظیر اور اپوزیشن لیڈر نواز شریف اگر ملک کو پیار کرتے ہیں تو ملک کو سیکولر بنانے کے لئے پہلا قدم اٹھائیں۔

(۳) اس وقت پاکستان قائد اعظمؒ کے نظریہ کے مطابق نہیں ہے۔ قائدؒ کا نظریہ ترکی کے لیڈر کمال پاشا سے ملتا ہے۔ قائد اعظمؒ نے کہا تھا کہ

عوامی جمہوریہ پاکستان ہو گا۔

(۴) ۱۹۹۲ء میں ایک دہشت گرد کو وزیر بنا دیا گیا' جو مسیحوں کے سخت مخالف تھا۔ اس نے پاکستان کو خانوں میں بانٹنے کی سازش کی' لیکن ہم سب نے مل کر اس کا خانہ بند کر دیا۔

المذاہب:۔ یہ "دہشت گرد" تحریک پاکستان کے ایک عظیم کارکن مولانا عبدالستار خان نیازی تھے' ان کا "خانہ" اس لئے "بند کر دیا" گیا تھا کہ وہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ رکھنے کا حامی تھے۔

(۵) مذہبی دہشت گردی اور فرقہ واریت پاکستان کے لئے ٹی بی کا مرض ہے۔ پاکستان کو اس ٹی بی سے بچانا ہے۔

المذاہب:۔ اگر مسلمان اسلام اور مسلمانی کا نام لیں تو یہ "دہشت گردی" ہے' "فرقہ واریت" ہے؟ پاکستان کے لئے ٹی بی ہے"۔ عیسائیوں کا مشن "پاکستان کو اس ٹی بی سے بچانا ہے"۔ اگر مسیحی' مسیحیت کے نام پر سارے ملک سے دارالحکومت میں اکٹھے ہوں' جلوس نکالیں' ملک اور اس کے اساسی نظریات کے خلاف نعرے ماریں' جلسہ کریں' اسلام کو دل کھول کر کوسیں' اسلام کے نام لیواؤں سے متعلق اہانت آمیز الفاظ استعمال کریں' ان کا مذاق اڑائیں اور ٹسوے بہا بہا کر اقوام عالم کی نظروں میں پاکستان کا وقار گرائیں تو سب کچھ بجا و درست ہے' حق و راست ہے!۔

خرد کا نام رکھ دیا جنوں' جنوں کا خرد
جو چاہیے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سوال یہ ہے کہ کیا ملک و آئین سے بغاوت اور انہیں بدنام کرنا'

اسلامی مملکت میں اسلامی قوانین کی علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ مخالفت اور اسلام کے مقدس نام پر قائم کیے جانے والے ملک میں اسلام و نظریہ پاکستان اور پاکستان کے حق میں سم قاتل سیکولرزِم کی ترویج و نفاذ کے سرعام مسلم آزار مطالبات کی نسبت ارباب اقتدار کی عزت و عصمت بزرگ و برتر اور زیادہ قابل احترام و حفاظت ہے؟

ان تقاریر سے کتنا غلط اور گھناؤنا تاثر ملتا ہے کہ پاکستان میں مسیحی اقلیت شدید مظالم اور حق تلفیوں کا شکار ہے!

زیر مطالعہ مسیحی جریدہ کے مقالہ خصوصی بعنوان "دو عملی کیوں؟" میں "ایک مذہبی سیاسی جماعت کی طرف سے بے بنیاد اور شرانگیز پراپیگنڈہ کی مذمت کی" گئی ہے، جب کہ بظاہر ایسا دکھائی نہیں دے رہا' اگر متعلقہ جماعت کی نشاندہی کر دی جاتی تو بہتر تھا۔

کتنے دکھ کی بات ہے کہ عیسائی اقلیت کی ان ہوشربا سرگرمیوں کے محاسبہ کی غرض سے پاکستان میں ایک بھی جماعت، تنظیم 'ادارہ موجود نہیں ہے۔

تیسرا مقالہ

مسیحی رہنماؤں کے مقدمات عدالت میں

ہم یہاں تک لکھ چکے تھے کہ مسیحی جریدہ "کاتھولک نقیب" بابت یکم نومبر میں ڈاکٹر جان جوزف بشپ آف فیصل آباد کا مضمون بعنوان "۲۹۵ سی کو روکنا منع ہے؟" نظر سے گزرا، جس سے اس مقدمہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ۱۷۔ ستمبر ۹۵ء کو مسیحی رہنما سیشن جج اسلام آباد صباح محی الدین کی عدالت میں پیش ہوئے تو جج نے سرکاری وکیل اور پولیس آفیسر سے پوچھا۔

۱۔ اگر ہندوستان میں مسلم اقلیت اپنے حقوق کے لئے مظاہرے کرتی ہے تو کیا آپ اسے بھی بغاوت کا نام دیں گے؟

۲۔ مسیحیوں نے گستاخی رسولؐ کے قانون ۲۹۵ سی کی ترامیم بی اور سی کی منسوخی کا مطالبہ کیا ہے، حکومت بذات خود اس میں تبدیلی کی خواہش مند ہے، صرف مولوی حضرات ان ترامیم کی منسوخی میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں، یہ مطالبہ کس طرح بغاوت کے زمرے میں آتا ہے؟

۳۔ انہوں نے وزیر اعظم کے خلاف تقاریر کیں، نواز شریف اور دوسرے روزانہ ان سے زیادہ سخت زبان استعمال کر رہے ہیں، آپ ان کو کیوں نہیں پکڑتے؟

۴۔ کیا مسیحی اپنی اس ریلی میں اپنے ساتھ توپیں یا بندوقیں لے کر آئے تھے؟

۵۔ جج نے پولیس کو کہا کہ ۲۴ ستمبر ۹۵ء کو مجھے بتائیں کہ ان مسیحیوں

نے کس طرح بغاوت کا ارتکاب کیا ہے؟
۲۴ ستمبر کو جج نے بڑے واضح الفاظ میں اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ بعد کی تفتیش کے دوران بھی عدالت کی پیشگی اجازت کے بغیر انہیں گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ ("نقیب" صفحہ ۹)

"نقیب" میں یہ نہیں بتایا گیا کہ سرکاری وکیل اور پولیس آفیسر نے جج صاحب کو کیا جوابات دئے؟ وہ تو مقدمہ کے فنی اور قانونی پہلوؤں پر تیاری کر کے گئے تھے، انہوں نے ایسے غیر متوقع سوالات کے جوابات دینے بھی کیا تھے؟ کاش! جج صاحب کی عدالت بھری خدمت میں عرض کیا جاتا کہ:

(۱) (i) اپنے حقوق کے لئے مظاہرے کرنے کو بغاوت کا نام نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ ایسے مظاہرے تو کیا مسیحی کیا غیر مسیحی آئے دن کرتے ہی رہتے ہیں، جن پر کبھی بھی بغاوت کا الزام نہیں لگایا گیا۔

(ii) بھارت میں مسلمانوں کا ایک ہی حق ہے اور وہ ہے، ہندو دشمنوں کے ہاتھوں کٹنا، مرنا، لٹنا، جلنا اور عزتیں اور عصمتیں گنوانا! ہندوستان میں مسلم اقلیت کا تن من دھن ہر آن ہندوؤں کی تلواروں کی دھاروں تلے ہے، ان بے چاروں کے حقوق کا سوال کیسا؟ ان لاچاروں کے کیا حقوق ہیں، جن کے لئے انہوں نے مظاہرے کرنے ہیں؟ اور اس مظلوم و مقہور مخلوق کو رونے دھونے اور آہ و زاری سے اتنی فرصت کہاں کہ وہ اپنے "حقوق" کے واسطے مظاہرے کر سکے؟ کچلے ہوئے اور پسے ہوئے ان بے یار و مددگار بے کسوں میں حقوق کا احساس کہاں؟ ان کسمپرسوں میں اتنی جرأت و ہمت اور وقت و سکت کہاں کہ وہ ملک بھر سے دارالحکومت میں اکٹھے ہوں،

سڑکوں پر نکلیں اور "حقوق" کی طلب میں سرعام جلوس نکالیں، جلسے کریں اور "بغاوت کریں!"

ویسے بھی کسی ملک میں ہونے والے وقوعہ پر اس انداز سے دوسرے ملک کی پولیس کی رائے پوچھنا کچھ موزوں دکھائی نہیں دیتا۔

بھارت میں مسلم اقلیت کی زبوں حالی کے مدنظر اس قسم کا سوال خیال میں آنا ہی نہیں چاہیے۔

ہم شدید رنج و کرب سے دردِ دل نوکِ زبان پر لانے کی اجازت چاہیں گے کہ فاضل عدالت کے اس سوال نے بھارتی مسلمانوں سے ہمدردی رکھنے والے پاکستانیوں کے زخموں پر نمک پاشی کا حق ادا کیا ہے۔

ایک پاکستانی عدالت کا اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل کی غرض سے بھارتی مسلمانوں کو یوں تختہ مشق بنانا حد درجہ جگر پاش ہے!

(iii) ہر ملک کے اپنے مخصوص حالات ہوتے ہیں۔ بھارت میں اپنے گھروں، دوکانوں، مکانوں اور اداروں کے اندر بیٹھے مسلمان تلاشیوں، جلاؤ، گھیراؤ، قتل و غارت کا شکار ہوتے اور پولیس کی گولیوں سے بھنتے ہیں، کچھ کہنے کو منہ کھولیں تو ہندو عوام کی چھریاں ان کی زبانیں کاٹتی اور نیم فوجی دستوں کی گولیاں ان کی کھوپڑیوں سے پار ہوتی ہیں۔

ادھر وطن عزیز پاکستان میں مسیحی اقلیت کی منہ زوری، دیدہ دلیری جرات و جسارت اور بے باکی کا عالم یہ ہے کہ منہ آیا کہتی ہے، من بھایا بولتی ہے، دل چاہا لکھتی ہے، تصور کی دنیا سے گزرا شائع کرتی ہے، اب زیر بحث مقدمہ کے ایک ملزم بشپ صاحب کے زیر مطالعہ مضمون کو ہی لیجیے،

اس میں بہانگ دہل لکھا ہے:۔

(i) "۱۹۹۲ء میں حکومت نے اقلیتوں کے لئے علیحدہ قومی شناختی کارڈ متعارف کروا کر پاکستان میں تفریق ڈالنا چاہی تھی۔ (غلط ہے' مروجہ کارڈ میں مذہب کا صرف خانہ رکھنے کی تجویز تھی۔ اسلم)۔ لیکن پاکستان کے مسیحوں نے یک آواز ہو کر کہا کہ ہم مر جائیں گے' لیکن اس کالے قانون کو قبول نہیں کریں گے... اور یوں حکومت اس قانون کو ختم کرنے پر مجبور ہو گئی۔ یہ مسیحوں کی عظیم فتح تھی۔"

(ii) "گستاخی رسولؐ کے ایک ملزم منظور مسیح کے قتل پر ہم نے اتنا زبردست احتجاج کیا کہ اس کی آواز تمام دنیا میں گونج اٹھی۔ اس احتجاج اور بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے پاکستانی حکومت نے ہماری آواز پر دھیان دیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گل مسیح' سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو نہ صرف موت کی سزا سے آزاد کر دیا گیا' بلکہ ان کو محفوظ پناہ گاہ بھی مہیا کر دی گئی۔"

(iii) ان کامیابیوں سے حوصلہ پا کر اور روشن خیال مسلمانوں کی حمائیت حاصل کر کے پاکستان کے مسیحوں نے امتیازی قوانین اور ناانصافیوں مثلاً امور ریاست میں مذہبی تعصب کی جڑوں پر کلہاڑا رکھنے کا فیصلہ کیا ہے' اس بڑے کام کے لئے ہمیں آپ کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی ضرورت ہے' کیونکہ اگر ہم نے تھوڑے سے وقت میں اتنا کچھ حاصل کیا ہے تو یہ قومی سطح پر اتحاد اور بین الاقوامی سطح پر یک جہتی کی وجہ سے ہے۔

(iv) ہم پاکستان کو امتیازی قوانین (اسلامی قوانین۔ اسلم) سے چھڑانا

چاہتے ہیں اور اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنایا جائے۔

ہم ایک متحدہ معاشرہ کے لئے کام کر رہے ہیں' اس لئے ہم ہر اس تحریک یا قانون کی مخالفت کریں گے جو پاکستان کے شہریوں کو مذہب یا نسل کی وجہ سے تقسیم کرے گا' (یعنی پاکستان میں سیکولرزم کا دور دورہ چاہتے ہیں' گھر سے باہر کسی کو اسلام کا نام نہیں لینے دیں گے۔ اسلم)۔

(۷) ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے' جب تک گستاخی رسولؐ کے قانون سے متعلقہ سزائے موت ختم نہیں ہو جاتی۔ ("نقیب" صفحہ ۹)

القصہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بین الاقوامی دباؤ مسیحی اقلیت کے پلڑے میں ہے۔ پاکستان میں مسیحی اقلیت' مسلم اکثریت پر حاوی اور بھاری ہے' حکومت اس کے زیر اثر ہے۔ مسیحی اقلیت جو چاہتی ہے' وہ ہوتا ہے' جیسے چاہتی ہے' ویسے ہوتا ہے' جو کرنے کی اجازت دے' وہی کیا جا سکتا ہے!

لیجیے! ہماری عدلیہ کی آزادی کا بھانڈا بھی بیچ بازار پھوٹ گیا کہ توہین رسالتؐ کے مجرموں (ا) رحمت مسیح' سلامت مسیح اور (۲) گل مسیح کی بریت لاہور ہائی کورٹ کے عدالتی فیصلہ نہیں تھے' انہیں مسیحی اقلیت کے احتجاج اور بین الاقوامی دباؤ کے پیش نظر رہا کر کے بحفاظت تمام جرمنی پہنچایا گیا تھا۔

دنیا والو! پاکستان میں مسیحی اقلیت کی پانچوں گھی میں ہیں اور سر کڑاہی

میں! مسیحی جو چاہے کریں، جو چاہے کہیں، سب بجا و درست ہے، حق و راست ہے!

کون ہے اسے بغاوت کا نام دینے والا؟

ہمیں اپنی کم مائیگی کا شدید احساس و اعتراف ہے کہ ہمارے پاس خصوصی پولیس رپورٹ نہیں ہے، مقررین کے جن الفاظ کی بنا پر ان پر مقدمات قائم کیے گئے ہیں، وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں۔

(۲) قیاس ہے کہ مقررین پر مقدمہ "قانون ۲۹۵ کی ترامیم بی اور سی کی منسوخی کے مطالبہ" کے سبب نہیں بنایا گیا ہے، کیونکہ یہ مطالبہ تو یہ لوگ ہر محفل، ہر مجلس، ہر میٹنگ اور ہر موقع پر اٹھتے بیٹھتے کرتے ہی رہتے ہیں۔ ریلی میں یہ مطالبہ کوئی نئی اور قابل گرفت بات نہیں تھی، اس لئے فاضل عدالت کے اس سوال کہ

"یہ مطالبہ کس طرح بغاوت کے زمرے میں آتا ہے؟"

کی کوئی تک نہیں تھی۔ بغاوت کا مقدمہ ایسے اقوال کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے، جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہیں، لیکن جج صاحب بہرحال جانتے تھے، ایسے میں ان کے منہ سے اس سوال کا نہ نکلنا بدرجہا بہتر تھا۔

"قانون ۲۹۵ کی ترامیم بی، سی کی منسوخی کا مطالبہ" بغاوت کے زمرہ میں نہ آنے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ زیر نظر مضمون میں اس قانون کی شدت سے مخالفت کی گئی ہے، اگر یہ "بغاوت" تھی تو اس کے ارتکاب کا

اعادہ ناممکن تھا۔

(۳'۵) ہم اپنی مجبوری بیان کر چکے ہیں، لیکن پولیس رپورٹ پڑھ کر جج صاحب کو یہ سوالات نہیں اٹھانے چاہئیں تھے۔

ویسے ایک دوسرے کو غدار تک کہنا پاکستانی سیاست دانوں کا روز مرہ کا معمول ہے، ایسے الزامات کو کوئی بھی قابل اعتنا نہیں سمجھتا، لہٰذا پولیس کا نواز شریف اینڈ کمپنی کو نہ پکڑنا قابل فہم ہے!

بہرحال اتنا پتہ ضرور چل گیا کہ مقررین پر مقدمہ "وزیر اعظم کے خلاف تقریریں کرنے" کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔

عدالتی کارروائی پڑھ کر تاثر ملتا ہے کہ فاضل جج کے نزدیک ملزمین کی عزت محترمہ وزیراعظم صاحبہ کے احترام و اعزاز سے عزیز تر ہے، جو کہ قابل غور ہے۔

ان دنوں محترمہ بے نظیر زرداری کے سریر آرائے تخت ہونے کی وجہ سے عیسائی ملک کے ہر شعبہ میں اثر و نفوذ حاصل کر چکے ہیں اور بے نظیر کی شکل میں کلمہ متجسم ہونا اور اسے ایک معجزہ پکارتے ہیں۔

محترمہ ان کے لئے بستر ہوئی جاتی ہیں، ایسے میں مسیحی لیڈروں کا "وزیر اعظم کے خلاف تقریریں کرنا" قطعی ناقابل فہم ہے، اس کے لئے ناشکری اور ناسپاس شناسی کی اصطلاحات کچھ معنی نہیں رکھتیں!

(۴) (i) توپیں، بندوقیں اجتماع میں تو نہیں لائی جا سکتی تھیں۔

(ii) جیسا کہ ملیسرہ روداددوں کا تجزیہ پیش کیا جا چکا ہے، مقررین نے توپیں اور بندوقیں لانے والوں کے کان کتر لئے تھے۔

اور پولیس رپورٹ کی تو توبہ ہی بھلی، جس کی بناء پر مقدمات قائم کیے گئے ہیں۔

ہمارا یہ شک یقین میں تبدیل ہو چکا ہے اور یہ ہے بھی عین ممکن کہ مقررین کے وہ خصوصی قابل اعتراض الفاظ جو قانون کی نظروں میں کھٹکتے تھے، وہ پولیس رپورٹوں میں نہیں آ سکے۔

پاکستانی ملت اسلامیہ توہین رسالتؐ کے مجرموں سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو وی آئی پی کا درجہ دئے جانے کی زبردست شاکی ہے، موجودہ کیس میں پولیس کو یہ ہدایت ہے کہ اس عدالت کی پیشگی اجازت کے بغیر انہیں گرفتار نہیں کیا جائے گا، مقدمہ چلنے سے پہلے ہی ملزموں کی بریت اظہر من الشمس ہے۔ ۱۷ اور ۲۴۔ ستمبر کی پیشیوں میں عدالت کا مذکورہ رویہ ہائی کورٹ کی پیروی سے بھی بڑھ کر ہے، یوں لگتا ہے کہ عدالت نے مسیحی ملزموں کی طرف داری اور وکالت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ قانونی کارروائی کرنے کی بجائے کیس بنانے پر پولیس کو ڈانٹ پلا رہی ہے اور ملزموں کو چھوڑنے پر تلی بیٹھی ہے!

کیا عجب کہ عدالت کے لب و لہجہ، تیوروں اور پولیس سے سلوک کے مدنظر پولیس کیس کی پیروی سے ہاتھ کھینچ لے! اور معاملہ یہیں ٹھپ ہو کر رہ جائے!

پولیس والے اسی کیس میں دلچسپی لیتے ہیں، جس میں ملزم کو سزا ملے اور پولیس کی واہ واہ ہو، جس کا اس کیس میں امکان معدوم ہے۔

مسیحی لیڈروں کے خلاف مقدمہ درج کرنے والے پولیس آفیسر

سیدھے سادے، بھولے بھالے، قانون کے علم بردار اہل کار معلوم ہوتے ہیں، اگر انہیں ملکی فضاء، وطن عزیز میں مسیحیوں کی اثر پذیری، مسیحی اقلیت کے چام کے دام چلانے، مسیحیوں کی بین الاقوامی پشت پناہی اور مسیحی اقلیت کی گذشتہ ہنگامہ آرائیوں، کامیابیوں و کامرانیوں اور فتوحات کا علم ہوتا تو وہ مسیحی زعماء کی طرف سے وزیر اعظم کی مخالفت کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دیتے، ان کے خلاف کیس قائم نہ کرتے، عدالت سے جھڑکیاں، گھرکیاں نہ کھاتے اور نہ بزبان شاعر گنگناتے۔

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے   جانتا گر یہ تو لٹا تا نہ گھر کو میں

قانون توہین رسالتؐ ۲۹۵ سی میں حکومت کی مجوزہ ترمیم ہے کہ کم از کم ڈی سی کے عہدہ کا افسر توہین رسالتؐ کے واقعہ کی تحقیقات کر کے مناسب سمجھے گا تو مقدمہ درج کرنے کا حکم دے گا۔ اس صورت میں توہین رسالتؐ کی شکایات کا حشر محتاج بیان نہیں۔

عیسائی مذہب کا تو خمیر ہی توہین رسالتؐ اور توہین خدا پر اٹھایا گیا ہے، توہین ان لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی اور رگ رگ میں رچی بسی ہے، جبھی تو یہ لوگ اس قانون توہین رسالتؐ کے خلاف اتنا شور و غوغا بپا کر رہے ہیں، اس ترمیم کی منظوری کا مطلب عیسائیوں کو توہین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتکاب کی آزادی کا پروانہ عطا کرنا ہو گا!

کیا طرفہ تماشہ ہے کہ اگر ہم لوگ اسلام کا نام لے بیٹھیں تو "بنیاد پرستی" کے مجرم اور "تاریک خیالی" کے مرتکب قرار دئے جاتے ہیں، لیکن مسیحی برادری مسیحیت کے تحفظ کے لئے جلوس نکالے، ہنگامہ آرائیاں

کرے، مظاہرے کرے، جلسے اور ریلیاں منعقد کرے، ممکنہ ذرائع ابلاغ سے کام لے، مگرمچھ کے آنسو بہا بہا کر دنیا و جہان کی حمایت حاصل کرے، پاکستان میں اسلام کی بیخ کنی کے لئے کوشاں ہو، اسلامی قوانین کی کھل کر مخالفت کرے، ڈٹ کر ملک کے اساسی نظریات کی "جڑوں پر کلہاڑا رکھنے کا فیصلہ کرے"۔ اسلام کے نام پر سیکولر بھارت سے الگ اور جدا قائم کئے جانے والے ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے بالفاظ دیگر اسے صفحہ ہستی سے مٹانے، نقشہ عالم سے محو کرنے اور اکھنڈ بھارت کا حصہ بنانے کے ڈنکے کی چوٹ اعلانات کرے، اقدامات کرے، اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کا عزم بالجزم کا برملا اظہار کرے تو وہ معصوم ہے، سیکولرزم کی علم بردار ہے، دنیا دار ہے، مادہ پرست ہے، مذہب سے دور اور بے علاقہ ہے، خدا پرستی سے اس کا کچھ تعلق واسطہ نہیں ہے!

واری صدقے جائیں مسیحی مذہب کے اور اس کے پیرو کاروں کے!

چوتھا مقالہ

۲۹۵- سی کو روکنا منع ہے؟

(ڈاکٹر جان جوزف بشپ آف فیصل آباد)

پاکستان کے مسیحی پچھلے ۴۸ برس سے مسلسل تفریق اور ناانصافیاں برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں (سفید جھوٹ ہے۔ ناشکری ہے۔ اسلم) بابائے قوم کی بے وقت موت کے فوراً بعد پاکستان کی سیاسی قوتوں نے بانی پاکستان اور ان کے رفقاء کار کے مقصد کو مسخ کرنا شروع کر دیا۔

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا، جس میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے صدارتی خطبہ دیا، انہوں نے فرمایا۔ "آپ آزاد ہیں، آپ عبادت کے لئے اپنے مندروں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ اپنی مسجدوں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ مملکت پاکستان میں اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ خواہ کسی مذہب، فرقے یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، امور مملکت کو اس سے کوئی سروکار نہیں"۔

ہم اس زمانے کا آغاز کر رہے ہیں، جس میں فرقوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا، جب کہ ایک فرقے کو دوسرے فرقے پر رنگ یا نسل کی وجہ سے ترجیح نہیں دی جائے گی، ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں، کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں، پس ہمیں اس نصب العین کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے اور آپ

وقت کے ساتھ ساتھ دیکھیں گے کہ نہ ہندو، ہندو رہے گا اور نہ مسلمان، مسلمان۔ مذہب کے معنوں میں نہیں، کیونکہ یہ تو ذاتی عقیدے کا معاملہ ہے، بلکہ سیاست کے معنوں میں جب ہر شخص ملک کا شہری ہوتا ہے۔"

(اخبارات اور المذاہب (مثلاً مئی ۹۳ء) میں اس تقریر کی بارہا وضاحت کی جا چکی ہے کہ قائداعظمؒ کی یہ ساری تقریر ۴۷ء کے خونی ہنگاموں اور شدید ہندو مسلم دشمنی کے حوالہ سے تھی کہ پاکستان میں ایسے حالات نہیں ہوں گے۔ سب شہری سکھ چین سے رہیں گے۔ جیسا کہ فی الواقع ہوا۔

مسیحی دعویٰ کہ قائداعظمؒ پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ دیکھنا چاہتے تھے قیام پاکستان کے مقاصد کی نفی ہے۔ پاکستان کی بنیاد سے صریح انحراف و انکار ہے۔ جس کا قائداعظمؒ کی طرف انتساب ناقابل سماعت و برداشت ہے۔ اسلم) اس مقصد کی پامالی فوجی آمر اور صدر پاکستان ضیاء الحق کے دور میں عروج پر پہنچی، جب پاکستان کے آئین کو پاکستان کی سب سے بڑی قانونی اتھارٹی، وفاقی شرعی عدالت کے قیام کے ساتھ اسلامی شریعت کے تابع کر دیا گیا۔ (ہائے! ہائے! بس یہ ہے عیسائیوں کی اصل شکایت! مسیحی دکھوں کے طوماروں کی اصل بنیاد۔ اسلم)

آج سے تقریباً دس سال قبل ایک خاص ملاقات میں پاپائے اعظم نے کاتھولک بشپز کانفرنس آف پاکستان کو قومی کمیشن برائے امن و انصاف قائم کرنے کے لئے کہا، پاپائے اعظم نے مسیح کے جانشین اور عالمی کلیسیاء کے روحانی پیشوا کے بطور پاکستان میں اس کی ضرورت کو اپنی دور اندیشی سے بھانپ لیا تھا، بشپ صاحبان جب پاکستان واپس آئے تو انہوں نے کمیشن

برائے امن و انصاف قائم کیا اور کمیشن نے فوری طور پر کام شروع کر دیا، لیکن اس کا اصل امتحان ۱۹۹۱ء میں شروع ہوا۔

۱۹۹۱ء میں شرعی عدالت نے پیراگراف ۲۹۵۔ سی کا اضافہ کیا، جس کے تحت گستاخی رسولؐ کے جرم کی سزا پھانسی لازمی قرار دیا گئی، اس ترمیم نے مذہبی جنونیوں کو خون کا پیاسا بنا دیا، انہوں نے پاکستان بھر میں مسیحیوں پر گستاخی رسولؐ کے مرتکب ہونے کا الزام لگانا شروع کر دیا۔ جھوٹے الزامات کے تحت بہت سے مسیحیوں کو بندوقوں اور خنجروں سے قتل کر دیا گیا اور بہت سوں کو جیلوں میں ڈالا گیا ہے۔ (اگر مسیحی بیانات سچے مان لئے جائیں تو بھی "بہت سے" نہیں صرف چار مسیحی نعمت، احمر، بنتو مسیح، طاہر اقبال اور منظور مسیح" کو بندوقوں اور خنجروں سے قتل کر دیا گیا" تھا۔ جیلوں میں جانے والے مسیحیوں کی تعداد آدھ درج کے لگ بھگ ہو گی۔ اسلم)

۱۹۹۲ء میں حکومت نے اقلیتوں کے لئے علیحدہ قومی شناختی کارڈ متعارف کروا کر پاکستان میں تفریق ڈالنا چاہی تھی، لیکن پاکستان کے مسیحیوں نے یک آواز ہو کر کہا کہ ہم مر جائیں گے، لیکن اس کالے قانون کو قبول نہیں کریں گے، جو ہمیں دوسرے درجہ کا شہری بنا دے گا، ہم نے دعا کی، مظاہرے کئے، ہم نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا اور آخر کار تادم مرگ بھوک ہڑتال کی اور یوں حکومت اس قانون کو ختم کرنے پر مجبور ہو گئی، یہ مسیحیوں کی عظیم فتح تھی"۔

۵، اپریل ۱۹۹۴ء کو چار مسیحیوں پر مسلم انتہاپسندوں نے حملہ کر دیا، ان پر گستاخی رسولؐ ۲۹۵۔ سی کا الزام لگایا گیا تھا، ایک موقع پر ہی شہید ہو گیا

اور دوسروں کو گولیوں کے بہت سے زخم آئے' ان میں ایک ۱۲ سالہ لڑکا سلامت مسیح بھی شامل تھا۔ مسیحیوں نے فوری ردعمل دکھایا۔ نیک نیت مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر ہم نے سڑکوں پر مظاہرے کئے' سب سے پہلے لاہور اور پھر پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں احتجاج کیا' ہم نے اتنا زبردست احتجاج کیا کہ اس کی آواز تمام دنیا میں گونج اٹھی' اس احتجاج اور بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے پاکستانی حکومت نے ہماری آواز پر دھیان دیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گل مسیح' سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو نہ صرف موت کی سزا سے آزاد کر دیا گیا' بلکہ ان کو محفوظ پناہ گاہ بھی مہیا کر دی گئی۔ زیادہ اہم یہ ہے کہ مذہبی بنیاد پرستوں نے ہمارا پیغام واضح اور باآواز بلند سن لیا اور پورے پاکستان میں گستاخی رسولؐ کی آڑ میں جھوٹے الزامات کی جو لہر آئی ہوئی تھی' وہ رک گئی' یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔

ان کامیابیوں سے حوصلہ پا کر اور روشن خیال مسلمانوں کی حمایت حاصل کر کے پاکستان کے مسیحیوں کی حمایت حاصل کر کے پاکستان کے مسیحیوں نے امتیازی قوانین اور ناانصافیوں مثلاً امور ریاست میں مذہبی تعصب کی جڑوں پر کلہاڑا رکھنے کا فیصلہ کیا ہے (یعنی پاکستان میں اسلام کا نام نہ لیا جائے۔ اسے سیکولر سٹیٹ بنایا جائے۔ اسلم) کہ اس بڑے کام کے لئے' ہمیں آپ کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی ضرورت ہے' کیونکہ اگر ہم نے تھوڑے سے وقت میں اتنا کچھ حاصل کیا ہے تو یہ قومی سطح پر اتحاد اور بین الاقوامی سطح پر یک جہتی کی وجہ سے ہے۔

ہم اس سمت میں پہلا قدم اٹھا چکے ہیں' جو اسلام آباد میں ایک قومی

ریلی تھا، جس میں ہم نے اپنے مطالبات کے لئے ایک بہت بڑا جلوس نکالا، جس کے آخر میں پارلیمنٹ ہاؤس اور ایوان صدر کے سامنے تقاریر کیں، ہمارا مطالبہ بالکل واضح اور حق پر مبنی ہے، ہم پاکستان کو تمام امتیازی قوانین سے چھڑانا چاہتے ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے، کہ پاکستان کو ویسی ہی ریاست بنایا جائے، جس طرح قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے اسے بنایا تھا۔ ریلی کا انعقاد بالکل موزوں تاریخ یعنی ۱۱ اگست کو کیا گیا، جب بانی پاکستان نے ۴۸ سال پہلے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے موقع پر اعلان کیا کہ "ریاست کے معاملات میں مسلمان، مسلمان نہیں رہے گا اور نہ ہندو، ہندو رہے گا، لیکن تمام پاکستانی برابر کے شہری ہوں گے"۔

۱۷، اگست ۱۹۹۵ء کو تعزیرات پاکستان ۱۵۳۔ اے (ریاست کے خلاف بولنا) اور ۱۶ ایم پی۔ او (اندیشہ نقص امن) کے تحت اسلام آباد پولیس نے مقدمہ درج کر کے ان سب کے وارنٹ گرفتاری جاری کئے، جنہوں نے اس ریلی میں تقاریر کی تھیں۔ بشپ جان جوزف، سیسل چوہدری، شہباز کلیمنٹ کے علاوہ چار دوسرے افراد کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری کئے، ان میں ایک لڑکی شکیلہ حاکم بھی شامل تھی۔

۱۷، ستمبر کو ہم سیشن جج اسلام آباد صاحب محی الدین کی عدالت میں پیش ہوئے، جج نے سرکاری وکیل اور پولیس آفیسر سے جو عدالت میں اس وقت حاضر تھے، مندرجہ ذیل سوالات پوچھے:

۱۔ اگر ہندوستان میں مسلم اقلیت اپنے حقوق کے لئے مظاہرے کرتی ہے تو کیا آپ اسے بھی بغاوت کا نام دیں گے؟

۲۔ مسیحیوں نے گستاخی رسولؐ کے قانون ۲۹۵۔ کی ترامیم بی اور سی کی منسوخی کا مطالبہ کیا ہے۔ حکومت بذات خود اس میں تبدیلی کی خواہش مند ہے، صرف مولوی حضرات ان ترامیم کی منسوخی میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ یہ مطالبہ کس طرح بغاوت کے زمرے میں آتا ہے؟

۳۔ انہوں نے وزیراعظم کے خلاف تقاریر کیں۔ نواز شریف اور دوسرے روزانہ ان سے زیادہ سخت زبان استعمال کر رہے ہیں، آپ ان کو کیوں نہیں پکڑتے؟

۴۔ کیا مسیحی اپنی اس ریلی میں اپنے ساتھ توپیں یا بندوقیں لے کر آئے تھے؟

۵۔ جج نے پولیس کو کہا کہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۵ء کو مجھے بتائیں کہ ان مسیحیوں نے کس طرح بغاوت کا ارتکاب کیا ہے؟

۲۴ ستمبر ۱۹۹۵ء کو بشپ جان جوزف کے ساتھ دوسرے بھی عدالت میں حاضر تھے، اسلام آباد پولیس بھی سیشن کورٹ میں موجود تھی، ٹھیک آٹھ بجے صبح سیشن جج عدالت میں داخل ہوئے اور ہم سب پر نگاہ ڈالتے ہوئے پولیس انسپکٹر سے پوچھا۔ کیا آپ ان تینوں مسیحیوں کو جو یہاں پر حاضر ہیں، گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟

نہیں جناب، پولیس انسپکٹر نے جواب دیا، کیوں نہیں؟ جج نے انسپکٹر سے مزید پوچھا، کیونکہ یہ بے گناہ ہیں، پولیس انسپکٹر نے جواب دیا۔ کیا میں آپ کا جواب ریکارڈ بک میں محفوظ کر سکتا ہوں؟ جج نے پوچھا۔ جی ہاں جناب! پولیس انسپکٹر نے جواب دیا، یہاں پر عدالتی کارروائی کا اختتام ہو گیا،

پھر ہم تینوں (بشپ جان جوزف، سیسل چوہدری، شہباز کلیمنٹ) پولیس اسٹیشن گئے، جہاں پر ہمیں سرکاری طور پر اپنے بیانات ریکارڈ کروانے تھے، سب سے پہلے سیسل چوہدری (دو اعلیٰ اعزازات ائیر فورس میں جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرنے پر حاصل کرنے والے) کا بیان لکھا گیا، پھر شہباز کلیمنٹ بھٹی (صدر کرسچن لبرشن فرنٹ پاکستان) کا بیان اور آخر میں میرا (بشپ جان جوزف کا) بیان ریکارڈ کیا گیا۔ پولیس انسپکٹر نے بشپ جان جوزف سے مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

انسپکٹر: بشپ آپ نے ۱۱، اگست کو اسلام آباد ریلی میں شرکت کیوں کی؟

بشپ جان جوزف: میں اس بات کا قائل ہوں اس ریلی میں شرکت کرنا میرا فرض بنتا تھا، کیونکہ یہ پاکستان کے مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے لئے منعقد کی گئی تھی، ہمارے آقا یسوع مسیح نے فرمایا کہ میں اسی لئے آیا ہوں کہ تمام ایک ہو جائیں۔

پولیس انسپکٹر نے پوچھا بشپ آپ نے وہاں کیا کہا؟

بشپ جان جوزف: ہم سب کا فرض ہے کہ اتحاد کے لئے کام کریں، مثال کے طور پر تین سال پہلے ہم نے شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے اضافے کے خلاف جدوجہد کی، کیونکہ مذہب کا خانہ پاکستان کو تقسیم در تقسیم کرنے کی سازش تھی۔

پولیس آفیسر: میں یہاں پر آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس مقدمہ میں ملوث دوسرے اشخاص مس شکیلہ حاکم، پروفیسر سلامت اختر، ایڈووکیٹ محمد حنیف ڈوگر کو بھی پولیس اسٹیشن اسلام آباد اپنے بیانات ریکارڈ کروانے کے

لئے جاتا ہے۔

سیشن جج نے بڑے واضح الفاظ میں اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ بعد کی تفتیش کے دوران بھی اس عدالت کی پیشگی اجازت کے بغیر انہیں گرفتار نہیں کیا جائے گا' ہمیں بعد میں کسی وقت گرفتار کیا جائے گا یا نہیں' ہم اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم ہیں' ہم ایک متحد معاشرے (یہ امر شدید رنج دہ ہے کہ ہمارا اسلام کا نام لینا باعث انتشار ہے۔ پاکستان کے شہریوں کو مذہب کے نام پر تقسیم کرنا ہے۔ اور اگر مسلمان اسلام کا امتیاز چھوڑ کر' عیسائیت پر قائم' عیسائیوں کی باتیں مانتے چلیں تو یہ مستحسن و مرغوب' عین اتحاد اور عیسائیوں کے چہیتے متحدہ معاشرہ کا قیام ہے۔ اسلم) کے لئے کام کر رہے ہیں' اس لئے ہم ہر اس تحریک یا قانون کی مخالفت کریں گے جو پاکستان کے شہریوں کو مذہب یا نسل کی وجہ سے تقسیم کرے گا یا کوئی مخصوص گروہ لوگوں کو تخریب کاری کے لئے استعمال کرے گا' ہم تمام امتیازی قوانین کی مخالفت کرتے ہیں' کیونکہ یہ معاشرے کی تقسیم کر دیتے ہیں۔ ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے' جب تک گستاخی رسولؐ کے قانون سے متعلقہ سزائے موت ختم نہیں ہو جاتی' اس کے لئے اس سے بڑے جواز کی کیا ضرورت ہو گی' حال ہی میں سینٹ میری سکول سکھر میں کیا واقعہ ہوا ہے؟ بنیاد پرستوں نے چودہ سالہ لڑکی کو جبری مسلمان کر لیا' کیونکہ اس کے پاس پھانسی سے بچنے کے لئے صرف یہی راستہ تھا۔ ہمیں سندھ سے خطوط موصول ہو رہے ہیں کہ جب تک گستاخی رسولؐ کے قانون سے موت کی سزا ختم نہیں ہو جاتی ہم اور ہمارے بچے محفوظ نہیں ہیں' اب تو انتخاب واضح

ہے۔ "مسلمان ہو جاؤ یا ۲۹۵- سی کے تحت پھانسی پر لٹک جاؤ"۔ یہ سب کچھ ہم کب تک برداشت کریں گے؟

ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے، ہم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے، دیہاتوں میں بہت سے مسیحی اس قانون کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہیں، دو ہفتہ پہلے چک نمبر L ۴ - ۱۰، اوکاڑہ میں ایک ۱۲ سالہ مسیحی لڑکے کو مارا پیٹا گیا، کیونکہ اس پر ۲۹۵ سی کے خلاف خطا کرنے کا الزام لگایا گیا تھا، حالانکہ اس کا دماغی توازن بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ (تصدیق کے خواہشمندوں کی سہولت کے لیے یہ واقعات درج کر دیئے گئے ہیں۔ اسلم)

جلیانوالہ نزد گوجرہ میں ایک ۱۳ سالہ لڑکے کو اس قانون کے تحت ملزم ٹھہرایا گیا اور گاؤں کے کچھ نوجوان اس لڑکے کو قتل کرنا چاہتے تھے، اس لئے وہ اپنے والدین سے دور کسی نامعلوم جگہ پر چھپا ہوا ہے۔ لڑکا اپنے والدین سے دور دن رات ملنے کے لئے بے قرار ہے اور والدین اپنے بیٹے کی جدائی میں دن رات روتے رہتے ہیں۔

کیا ہمیں ان کی مدد نہیں کرنی چاہیئے؟

چند ماہ پہلے کی بات تھی کہ ایک بنیاد پرست گروپ ایک ۱۳ سالہ مسیحی لڑکے کو اٹھا کر اپنے گھر لے گئے کہ اسلام سے متاثر ہے اور خود لڑکے کے باپ پر اغوا کا مقدمہ درج کروا دیا، کیونکہ باپ اپنے سگے بیٹے کو واپس گھر لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی جنونیوں کا نشانہ اب تیرہ یا چودہ سالہ مسیحی لڑکے اور لڑکیاں ہیں، اس ناپاک تحریک کو روکنا ہم سب کا فرض ہے۔

پاپائے اعظم جان پال دوم نے چند سال پہلے امن کے پیغام میں کہا تھا کہ جب ہمارے بھائی اور بہنیں درد سے کراہ رہے ہوں اور مصیبت میں گرفتار ہوں، تو ایک مسیحی کس طرح اپنے کان بند کر سکتا ہے۔

("کاتھولک نقیب" یکم نومبر ۹۵ء)

"شاداب" نومبر میں بشپ صاحب کے اسی مضمون کا عنوان ہے "کیا ہم باغی ہیں؟"

پانچواں مقالہ

مسیحی لیڈروں پر مقدمات واپس لئے جائیں

اداریہ۔ اگر ہرے درخت سے ایسا ہوتا ہے تو....

پاکستان کے انصاف پسند لوگ پوچھتے ہیں کہ قومی کمیشن برائے امن و انصاف کے چیئرمین بشپ جان جوزف پر مقدمہ بغاوت کے کیا معنی ہیں۔

اور دو جنگوں کے ہیرو ستارہ جرات سیسل چوہدری کو ۷ ستمبر یوم فضائیہ کے موقعہ پر بغاوت کے کیس میں عدالتوں میں رسوا کیا گیا......

کیا یہ اس لئے ہوا کہ یہ مسیحی ہیں یا ان کا تعلق کسی سیاسی یا پھر پاکستان میں اور اس جمہوری دور میں حق مانگنا بغاوت ہے یا پھریوں تصور کیا جائے کہ حکومت، پاکستان کے محافظوں اور تخریب کاروں کی پہچان نہیں کر سکتی.......

ذرا سوچ! اگر ھرے درختوں سے ایسا سلوک ہوتا تو سوکھے سے کیا نہ ہو گا۔ خالد رشید عاصی ("مکاشفہ" نومبر ۹۵ء)

کرسٹینا چارلس امجد علی کی غلط رپورٹ کی مذمت

۱۷ اکتوبر۔ فیصل آباد بشپ ھاؤس میں کمیشن برائے امن و انصاف پاکستان کا ایک اہم اجلاس ہوا، جس میں پاکستان کے مختلف شہریوں، نمائندوں اور دیگر راہنماؤں نے شرکت کی، جس میں پاکستان کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ کراچی کی دہشت گردی کی مذمت کی گئی، بشپ جان جوزف

سیسل چوہدری، کلیمنٹ شہباز اور دیگر افراد جن پر حکومت کی طرف سے بغاوت کا مقدمہ تھا، کمیشن نے اس عمل کی شدید مذمت کی۔

اجلاس میں تمام افراد نے کرسٹینا چارلس امجد علی کی اس جھوٹی رپورٹ کی مذمت کی، جو انہوں نے بیرون ملک بذریعہ فیکس بھیجی تھی، اجلاس کے شرکاء نے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کرسٹینا قوم اور مسیحیوں کے حق میں نہیں ہے، ایسے لوگوں سے قوم کیا توقعات وابستہ کر سکتی ہے، نہ جانے کتنی دیر سے اس قسم کی اطلاعات بیرون ملک بھیج رہی ہے، کرسٹینا کو اپنے اس غلط عمل پر قوم سے معافی مانگنی چاہیے۔

المذاہب:۔ قیام پاکستان کے موقع پر سید امجد علی اپنے ڈھائی سالہ بچے اور عیسائی بیوی کے ساتھ لکھنؤ سے پاکستان ہجرت کر آئے تھے، ان کی وفات پر ماں نے بیٹے کو مسیحیت کی آغوش میں پالا، جو آج کل سید چارلس امجد علی ڈائریکٹر کرسچین سٹڈی سنٹر وغیرہ، وغیرہ ہے، اس کی بیوی نے ۱۳ ستمبر ۹۵ء کو جو فیکس بھیجا، اس کا ماحصل یہ ہے:

۱۴۔ اگست کو یوم آزادی کے موقع پر لاہور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ تھی۔ جلسے جلوس ممنوع تھے۔ کرسچن لبریشن فرنٹ نے جداگانہ انتخاب کے خلاف بلااجازت ریلی منظم کی تھی، الزام کا تعلق جداگانہ انتخاب سے نہیں، دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی سے ہے، جو کہ ایک عام اور معمولی سی بات ہے، ملزم گرفتار یا جیل نہیں بھیجے گئے۔

انسانی حقوق یا اقلیتی حقوق کی پامالی والی کوئی بات نہیں ہوئی۔ پاکستانی مسیحی برادری (جو کہ اپنے خلاف تعصب یا تشدد کے بارے بڑی حساس ہے)

اس معاملہ سے قطعی بے تعلق ہے' میں شدت سے اس امر کے حق میں ہوں کہ انسانی حقوق کی تنظیموں کو اس کیس میں دلچسپی لینے کی قطعی ضرورت نہیں ہے' اس سے پاکستان میں انسانی حقوق کی تحریک کو ضعف پہنچے گا۔ (یہ لوگ مخصوص مغربی مفادات کے ترغیب دلانے پر بھیڑیا آیا! بھیڑیا آیا! کا شور مچانے لگتے ہیں) اور جب انسانی حقوق کا سچ مچ اتلاف ہو گا تو مشکل پیش آئے گی۔ ("مکاشفہ" نومبر ۹۵ء)

جارج فیلکس کی جتوئی سے ملاقات

ہائی و یکمب (جنگ نیوز) نیشنل پیپلز پارٹی مانچسٹر کے صدر اور پاکستان یونائیٹڈ کرسچین آرگنائزیشن کے سربراہ جارج فیلکس نے گزشتہ روز یہاں این پی پی کے صدر غلام مصطفیٰ جتوئی کے ساتھ ملاقات کی اور پارٹی کے منشور کے امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ اس موقع پر این پی پی برطانیہ کے صدر راجہ حمید اللہ بھی موجود تھے۔ مصطفیٰ جتوئی نے جارج فیلکس کو بتایا کہ وہ ۵ اکتوبر کو پاکستان واپس جا رہے ہیں اور یہ کہ وہ آئندہ دورہ برطانیہ پر مانچسٹر بھی جائیں گے' تاکہ وہاں پارٹی کو منظم کرنے کے امور پر جارج فیلکس اور دوسرے زعما سے بات چیت کریں' اس موقع پر جارج فیلکس نے مصطفیٰ جتوئی کی توجہ پاکستان میں اقلیتوں کے مسائل کی طرف بھی مبذول کرائی۔ غلام مصطفیٰ جتوئی نے انہیں بتایا کہ اس موضوع پر انہیں جارج فیلکس کے برطانیہ اور یورپی رہنماؤں کے ساتھ روابط کے بارے میں دستاویزات باقاعدگی سے ملتی رہیں ہیں۔ جارج فیلکس نے ان پر زور دیا کہ وہ پاکستان

میں اقلیتوں اور خاص طور پر عیسائیوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کریں۔
("جنگ" لندن ۲۳ ستمبر ۹۵ء) ("مکاشفہ نومبر ۹۵ء)

چار عیسائی رہنماؤں کے خلاف مقدمہ بغاوت واپس لیا جائے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے والوں کے خلاف بغاوت کے الزامات عائد کرنے کا رواج چل نکلا ہے

مانچسٹر (جنگ نیوز) پاکستان یونائیٹڈ کرسچین آرگنائزیشن یو کے کے صدر جارج فیلکس نے اس بات پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان میں عیسائیوں کے چار اہم لیڈروں پر بغاوت کا مقدمہ قائم کر دیا گیا ہے۔ جارج فیلکس نے بتایا کہ سینٹ میری گلبرگ چرچ کے پیرش پریسٹ فادر فرانسس ندیم آسٹریا میں میٹنگ کے بعد مانچسٹر آئے تھے' جہاں ان کے اعزاز میں جارج فیلکس نے استقبالیہ دیا۔ فرانسس ندیم منگل کے روز ہیتھرو ایئر پورٹ سے وطن واپس جا رہے ہیں' ان کے علاوہ فیصل آباد کے بشپ ڈاکٹر جان جوزف' ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ایک ہیرو سیسل چوہدری اور راولپنڈی کے شہباز بھٹی کے خلاف بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا ہے' ان میں سے آخر الذکر تین افراد نے چھ ستمبر کو ضمانت قبل از گرفتاری منظور کرائی تھی۔ جارج فیلکس نے کہا کہ یہ مقدمات قطعی سیاسی نوعیت کے ہیں' ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ عیسائی کمیونٹی پاکستان میں بغاوت کا سوچ بھی نہیں سکتی' انہوں نے کہا یہ رواج چل نکلا ہے کہ جو کوئی بھی حقوق کے حصول کے لئے آواز اٹھائے' اس کے خلاف بغاوت جیسے سنگین جرائم کا الزام عائد کر دیا جائے'

انہوں نے کہا کہ مقدمہ قائم کرنے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس اقدام کے بین الاقوامی سطح پر منفی نتائج ہو سکتے ہیں۔ اور جو بھی تحریک ہو گی' اس سے پاکستان کے مفادات کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جارج فیلکس نے مطالبہ کیا کہ یہ مقدمات فوری طور پر واپس لئے جائیں۔ ("جنگ" لندن ۱۰۔ اکتوبر ۹۵ء) ("مکاشفہ" نومبر ۹۵ء)

چھٹا مقالہ

مسیحی شوروغل کی حقیقت

(ا) مقدسہ مریم کے آنسو

(فضیلت الٰہی بھٹی ایم۔ اے (اردو ادبیات)

ماریا رات کی اس گھمبیر تاریکی میں گرجا گھر کے اس عظیم الشان کلس کو تک رہی تھی۔ جس کی بلندی آسمانی وسعتوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں اس سنہری کلس کے اندر گھڑیال سے ٹکرا رہی تھیں۔ جس کے بارے میں اس کا یقین تھا کہ طلوع آفتاب سے قبل ہی یہ بجنا شروع ہو جائے گا۔ مقدسہ مریم کا یہ گرجا گھر قصبہ کے تمام مسیحیوں کو صبح بخیر کہے گا۔ اور قصبہ کے ہر مسیحی کو اس مقدسہ مریم اور خداوند کی پناہ میں آنے کے لیے دعوت دے گا۔ اور قصبہ بھر کے تمام لوگ اس دعوت کو قبول کر کے گرجا گھر میں جا چکے ہوں گے۔ اور اپنے مقدس باپ کی بیعت میں خداوند مسیح اور مقدسہ مریم کے قدموں میں اپنے سروں کو رکھ دیں گے۔ پھر مقدس باپ انہیں مسیحی خداوند کی صلیبی اذیتوں کے بارے میں درس دیں گے۔ اور ان حکمرانوں اور یہودی قوم کی بے وفائی کے مظالم کو دہراتے وقت مقدس باپ کا لہجہ اس قدر رقت انگیز ہو جائے گا' جس سے لوگوں کے دلوں میں ایک درد انگیز احساس پیدا ہو گا۔ اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیں گے۔

اس کے بعد مقدس باپ ہر شخص کے لئے مقدسہ مریم کے مقدس بیٹے سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے لئے آسمانی برکتوں کے نزول کے لئے درخواست کرے گا' یوں ان سب کے گناہ خداوند مسیح کے خون سے دھل جائیں گے۔ اور وہ اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد گرجہ گھر سے باہر چلے جائیں گے۔ تو ان تمام کے چہروں پر اچھوتی اور غیر فانی معصومیت کے آثار نمایاں ہو چکے ہوں گے۔ لیکن باوجود اس کے وہ تمام کے تمام اس دلی معصومیت اور پاکیزگی سے قطعی خالی ہوں گے۔ اور مقدسہ مریم کی سی عصمت اور پاکیزگی ان میں رتی بھی نہیں ہوگی۔ کیونکہ مقدسہ مریم نے اپنی عصمت و پاکیزگی کے باعث خدا کے بیٹے یسوع المسیح کو جنم دیا تھا۔ خداوند یسوع نے گناہوں سے نفرت کی۔ لیکن اس نے گناہ گاروں کو پیار کیا تھا۔ مگر اس قصبہ کے مسیحی عوام نے ایک دوسرے سے نفرت اور گناہ گاروں سے عداوت رکھی تھی۔

وہ اندھیرے منہ بڑی خاموشی کے ساتھ اپنے بستر سے اٹھی۔ اور قدم قدم چلتی ہوئی اس مقدس گرجہ گھر کی طرف بڑھنے لگی' جسے گنہ گاروں کی آخری پناہ گاہ اور راہبوں کی عظیم ترین تقدس گاہ تصور کیا جاتا تھا' اس وقت اس کے چہرے سے خوف کے آثار نمایاں تھے' وہ ڈر اور خوف سے تھرتھراتی عوام مسیحیوں کی نظروں سے چھپتی چھپاتی ہوئی گرجہ گھر کے سب سے بڑے دروازے تک پہنچ جانا چاہتی تھی' وہ اس وقت قصبہ والوں سے سخت خوف زدہ تھی' کیونکہ قصبہ والے اسے سخت گنہ گار خیال کرتے تھے' حالانکہ اس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا تھا' کبھی کسی کا حق نہیں

چھینا تھا، کسی کے دل کو بھی کبھی نہیں دکھایا تھا، اس نے اپنی زندگی میں ایسی کوئی گنہ آلود حرکت نہیں کی تھی، جس سے قصبہ والوں کو اس پر کوئی اعتراض ہوتا، اس سے ایسا کوئی فعل بھی سرزد نہیں ہوا تھا، جس سے مقدسہ مریم اور اس کے بیٹے یسوع کے نزدیک اسے ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا گیا ہو، اس کے ضمیر نے ملامت کی ہو، وہ ہمیشہ اپنی زندگی میں مقدسہ مریم کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرتی رہی، مگر باوجود اس کے قصبہ والے اسے اپنی کسی غمی یا خوشی میں شریک نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی اسے قصبہ میں کسی کے ساتھ بات کرنے کی اجازت تھی، گویا وہ ایک ایسے شجر ممنوعہ کی سی حیثیت رکھتی تھی، جس کے پاس ہر جانے والے شخص یعنی عورت۔ مرد اور بچوں کو برادری سے خارج کر دیا جاتا تھا۔

قصبہ والوں کے خیال میں اس کا وجود ہی سراسر غلاظت بھرے گناہوں کے ڈھیر سے لتھڑا ہوا تھا، کیونکہ وہ رات کی تاریکیوں میں جنم لینے والے گناہوں کی پیدائش تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ اگر وہ گناہ نہ بھی کرے تو بھی وہ پیدائشی طور پر گنہ گار ہے، کیونکہ اس کی ماں نے رات کی ان تیرگیوں میں کسی مرد کے ساتھ منہ کالا کر کے اسے جنم دیا تھا۔ اس کی ماں نو ماہ تک رات کی ان تیرگیوں میں اس کے اس بوجھ کو لئے پھرتی رہی۔ بالآخر ایک تاریک رات میں دنیا والوں کی نظروں سے چھپ کر اس گناہ بھرے لوتھڑے کو اسی بڑے گرجہ گھر کے دروازے کے پاس پھینک کر نجانے کہاں چلی گئی۔ اب کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے ماں اور باپ کون تھے۔ وہ صرف اور صرف اتنا جانتے تھے کہ غلاظت کے اس ڈھیر کو اس عظیم ترین گرجا گھر

کا مقدس پریسٹ اگر پناہ نہ دیتا تو اس رات کی سرد ترین اور یخ بستہ ہوائیں اسے کھا گئی ہوتیں۔

اس کے قدموں میں حیرت انگیز قسم کی تیزی آ گئی' وہ خوف زدہ نظروں میں ادھر ادھر دیکھتی ہوئی گرجا گھر کی طرف بڑھ رہی تھی' اب اسے اس مقدس گرجہ گھر کا بڑا دروازہ صاف نظر آنے لگا تھا۔ اس کے ذہن میں بیک وقت ماں اور عورت کا تصور ابھر چکا تھا کہ ماں جو ایک عورت بھی ہے۔ اور جس کے پاؤں میں جنت ہوتی ہے' اگر اس نے ایک عورت ہونے کے ناطے سے ایک بچے کو جنم دے بھی دیا' جس کے باپ کے نام سے قصبہ والے آشنا تک نہیں تھے تو پھر مسیحیت کے اس معاشرہ میں اسے ایک بدترین گالی کیوں تصور کیا جاتا ہے' حالانکہ ایسی جنم لینے والی بچی کا اس میں کیا قصور ہے' پھر بھی لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں' حالانکہ خداوند یسوع نے اس عورت کو جو عین فعل کے وقت پکڑی گئی تھی' جب یہودی اسے پکڑ کر خداوند یسوع کے پاس لائے' تاکہ خداوند یسوع اس پر کوئی فرد جرم عائد کریں' لیکن خداوند یسوع نے ان تمام کی بدنیتی کی طرف دیکھتے ہوئے' آپ نے انہیں فرمایا کہ "جو تم میں بے گناہ ہے' وہ آگے بڑھے اور اس کے پہلا پتھر مارے" مگر وہ یہ سن کر واپس چلے گئے' کیونکہ وہ تمام کے تمام گنہ گار تھے' جن میں شرع کے پاکباز عالم فریسی اور عوام بھی تھے۔

دروازے کے قریب پہنچ کر وہ عین اس جگہ پر رکی' جہاں اس کی ماں رات کی تیرگیوں میں اسے پھینک کر چلی گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے وہ رکی' اس نے اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں' ایسا لگا کہ جیسے کہ وقت کی

رفتار تھم گئی ہو یا جیسے اس کے دل کی دھڑکن رک گئی ہو یا جیسے کوئی بہت بڑا طوفان آنے والا ہو' اس نے سوچا کہ یہ رات اس رات سے زیادہ تاریک نہ ہو گی' جب مجھے یہاں پر جنم دیا گیا تھا۔ اس نے یہ الفاظ نہایت ہی آہستگی سے زیر لب دہرائے اور وہ یہ کہتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی' کیونکہ اب اس کے لئے یہاں اور دیر ٹھہرنا مناسب نہ تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازہ ایک طویل چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا ہوا چلا گیا۔ اس نے ایک بار پھر اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا ہے' اسے یقین تھا کہ اگر کسی نے اسے اس مقدسہ گرجا گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو اس پورے قصبے پر قیامت ٹوٹ پڑے گی' جہاں پر خداوند یسوع کی ہر روز برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں' وہ دھڑکتے دل سے گرجا گھر کی دہلیز پار کر گئی۔ اس خاموشی میں اس وسیع ہال میں دو طرفہ بچھے ہوئی خالی بنچوں کے درمیان ایک لمبی راہداری تھی' جس کے دوسرے سرے پر سنگ مرمر کی ایک صلیب تھی۔ صلیب کے ساتھ دائیں طرف مقدسہ مریم کی شبیہ کندہ تھی' جس کے نیچے پڑے ہوئے پتیل کے ایک شمع دان میں سفید رنگ کی ایک بڑی شمع روشن تھی۔ اور اس کے ارد گرد بہت سے گلدان پھولوں سے سجے ہوئے تھے۔ وہ راہداری سے ہوتی ہوئی عین مقدسہ مریم کی شبیہ کے سامنے جا کر رک گئی' اب اس کے چہرے پر خوف اور دہشت کے آثار نمایاں نہ تھے' وہ پر سکون کھڑی تھی۔ اس کی نظریں مقدسہ مریم کی شبیہ پر ساکت ہو چکی تھیں۔

اسی طرح سے کئی ساعتیں گزر گئیں' وہ اسی طرح ہی خاموش اور پر

سکوں رہی، جیسے کہ وہ بھی ان ہی سے ایک پتھر کی مورتی ہو، جیسے مقدسہ مریم کی یہ مقدس مورتی تھی، جسے کہ مقدسہ مریم کی اس مورتی کے سامنے اسے بھی نصب کر کے گاڑ دیا گیا ہو، اچانک اس کے لبوں میں سے ہلکا سا ارتعاش پیدا ہو۔ اور اس کے ہونٹ کھلتے اور کھلتے ہی چلے گئے، اس کی اپنی بے تابی کو اچانک اس نے اس بے تابی کے تسلط کو توڑ ڈالا۔ اور اب اس کی آواز پورے ہال میں گونجنے لگی۔

"اے مقدسہ مریم۔ اے مقدسہ ماں!! تجھے تیری اس عصمت اور پاکیزگی کی قسم۔ مجھے بتا کہ جب تو نے میرے نجات دہندہ اور اپنے بیٹے خداوند یسوع کو جنم دیا تھا تو لوگوں نے تجھ پر کیا بہتان باندھا تھا اور تو نے انہیں کیا جواب دیا، اب یہ قصبہ والے تمام مسیحی جو دن رات گناہ اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں، مجھ سے میری ماں اور میرے باپ کا نام پوچھتے ہیں تو تو ہی بتا کہ میں انہیں کیا جواب دوں"۔

اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا بے پناہ سوتا پھوٹ چکا تھا، وہ گلو گیر آواز میں چلا چلا کر پکارنے لگی کہ "اے مقدسہ ماں، خداوند کی ماں، میری اس بے گناہی پر گواہی دے"۔ وہ جذبات کی پوری شدت کے ساتھ چلا اٹھی۔ ہال اس کی سسکیوں اور آہوں سے سسک رہا تھا کہ یکلخت گرجہ گھر کا ہال کسی غیر مرئی روشنی سے منور ہو چکا تھا، وہ خوف زدہ سی ہو کر مقدسہ مریم کی مورتی کے ساتھ ٹکرائی۔ اور اس کے قدموں میں گر پڑی....

تھوڑی دیر کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کوئی نرم و نازک ہاتھ بڑی ہی شفقت کے ساتھ اس کے سر سے ہوتا ہوا اس کی کمر تک پھر رہا ہے، اس

نے جرأت کر کے انگلیوں کے جھرنوں میں سے اسے دیکھنے کی کوشش کی' اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ ہاتھ اس مقدسہ مریم کی مورتی کا تھا' جس کے پاؤں میں وہ گری تھی۔ اور اس مقدسہ مورتی کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرتے ہوئے اسے بھگو کر اپنی بے گناہی اور اس کی بے گناہی کا ثبوت دے رہے تھے۔

مقدس باپ جس کا حجرہ اس گرجہ سے ملحق تھا' گرجہ گھر میں ایسی چمکدار عجیب و غریب روشنی کو دیکھتا ہوا دروازے پر آ کر رک گیا' اس نے آہستہ سے دروازے کو کھول کر دیکھنا چاہا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ گرجا گھر کا ہال اسی طرح ہی پر سکون تھا۔ بینچوں کی دو رویہ قطاریں جوں کی توں ہی تھیں۔ سامنے پلپٹ پر ہر چیز ویسے ہی تھی۔ گلدانوں میں شمع برابر جل رہی تھیں' مگر مقدسہ ماں کی مورتی کے قدموں میں کوئی نوجوان لڑکی نیم مردہ حالت میں ہچکیاں بھر بھر کر روئے جا رہی تھیں' جس کی سسکتی ہوئی آہوں کے مرغولوں کی آوازیں ہال میں برابر ابھر رہیں تھی۔ اس نے اس خوف کو توڑنے کے لئے اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا اور بڑے ہی خوف بھرے احساس کے ساتھ راہداری میں سے ہوتا ہوا مقدسہ ماں کے اس اسٹیچو کے پاس پہنچ گیا۔ مقدسہ مورتی کا ہاتھ ایک دم مورتی کے ساتھ ساکت ہو گیا' اس نے جونہی اس لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا ہاتھ گیلا ہو گیا۔ یکلخت روشنی جاتی رہی۔ ماریا نے اپنے مقدس باپ کو جونہی اپنے عقب میں دیکھا تو وہ اٹھ کر اس کے قدموں میں گر کر کہا۔ "مقدس باپ! آج میری بے گناہی کا ثبوت میری مقدسہ ماں نے دے دیا ہے' اب مجھے اس کے قدم

چومنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ مقدس باپ کی آنکھوں سے بھی آنسو پھوٹ پھوٹ کر بہنے لگے' اس کے بعد ماریا کو اس نے ایک کانونٹ میں داخل کروا دیا' جس کے بعد وہ اپنے مرتے دم تک مقدسہ ماں کی طرح عفت اور پرہیزگاری اور وفاداری میں بے مثل رہی۔

اچانک اس مقدس گرجا گھر کے باہر ایک زبردست بارش اور آندھی کا طوفان برپا تھا' جس میں سے بجلیاں تڑپ تڑپ کر گرج برس رہی تھیں۔ اور ان کا رخ اسی قصبہ کی طرف تھا۔ ("مکاشفہ" نومبر ۹۵ء)

لاہور

(۲) اے خدا تو یہاں

آج کی اس دنیا میں جس طرف بھی نظر دوڑائیں' ظلم و تشدد کی چلتی ہوئی آندھیاں نظر آتی ہیں' ہم جہاں بھی ہوں' جس سمت کان لگائیں' یہی صدا سنائی دیتی ہے کہ آج کل ملک کے حالات ناسازگار ہیں' مہنگائی کا دور اور ناانصافیوں کا زور ہے' جان لیوا بیماریاں نیز بے شمار حیران کر دینے والی یہ خبریں اپنی جگہ پہ قابل قبول اور زیر غور ہیں۔

لیکن ان سبھی خبروں کے علاوہ کچھ عرصہ سکون رہنے کے بعد ہم ایک دم سے یہ خبر سنتے ہیں کہ آج فلاں مسیحی کو گستاخ رسولؐ یا توہین رسالتؐ کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے' اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے' اسے گولیوں کے بازار میں چھلنی چھلنی کر دیا گیا ہے' یہ سب کچھ ہوتے ہوئے

دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آج اس قدر مادی چیزوں کی مہنگائی کے دور میں سب سے بڑی سستی اور بے عزتی سے بڑھ کر انسان کی اپنی جان ہے' جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔

کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ

یہ سب کچھ صرف اقلیتوں کے واسطے ہی سزائیں رہ گئی ہیں' کیا یہ قابل قبول ہے کہ اس خوب صورت دھرتی کو محبت کی چادر میں یکساں کیا جائے یا بے گناہ شہریوں کو ظلم کی چکی میں پیس کر وقتی طور پر جو دنیاوی لذتیں ہیں' ان سے سیر ہوا جائے' چاہے یہ خوشیاں اور آسائشیں انسان کے اندر کا سکون لوٹ لیں' چاہے' یہ اختیار اسے جھوٹا خدا بننے پر مجبور کر دیں۔

اے میری قوم کے حکمرانو!

یہ سب کچھ مٹ جائے گا' فنا ہو جائے گا' برباد ہو جائے گا۔

اے عقل کے اندھو!

یہ سب حکومتیں مٹنے والی دیویاں ہیں' ان کی پوجا کرنا بے کار ہے' اس لئے کہ یہ اپنے اختیار میں کوئی خدائی طاقت نہیں رکھتیں' یہ انسانوں کو جان سے مار سکتے ہیں' لیکن مزہ تب تو ہے یہ انسانون کے اندر جان ڈالنے کا بھی اختیار رکھتی ہوں۔

یہ انسان کو اس کی بے گناہی کے جرم میں آسانی سے سنگسار تو کر سکتی ہیں' لیکن بات تو تب بنتی ہے' یہ مجرم پر لگنے والی دوش کو ثبوت کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔

یہ ظاہرا تو مذہب کے پر تو ہیں، لیکن کیا یہ سچ ہے کہ انھوں نے اس دیوانگی کو باطنی طور پر محسوس کرتے ہوئے معصوم مسیحیوں کو قید کی زنجیر میں جکڑ لیا۔

کیا یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ یہ اپنے ملک اور مذہبی عزت کے خیر خواہ ہیں، مذہب کے نام پر یہ کاروبار کرنے والوں کا دار و مدار انسان کی جان خطرے میں ڈال کر اس سے اپنی ذاتی اناؤں کا بدلہ لینا، اس سے دولت اور نفرت کے درمیانی فاصلے کو مٹا کر معصوم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا۔

اپنے قصوروں اور عیوب کو چھپانے کی خاطر ان غریبوں کو قانون کے حوالے کرنا جو بمشکل دو وقت کی روٹی کھاتے ہوں، ان مصیبت زدوں کو جو سیاست دانوں کی پالیسیوں سے ناواقف ہوتے ہیں، جرائم میں ملوث ہوتے، اپنی جھوٹی خوشیوں کو اپنے سکون کا باعث قرار دیتے ہیں، ان پر ظلم کرنا، بلاوجہ دھمکیاں دے کر رشوتیں لے لے کر اپنے گھروں، جھونپڑیوں کو محلوں کی صورت دے کر دولتوں کے انبار لگانا، ان کی بہت بڑی بہادری ہے۔

میں پوچھتی ہوں کہ ایسے میں اے خدا تو کہاں ہے؟

تو جو آسمان اور زمین پہ حکومت کرنے والا صرف ایک قوم کا ہی نہیں، بلکہ تمام بنی نوع انسان کا خداوند ہے اور اس دنیا کا حال دیکھ کر جو بکھر گئی ہے، چکنا چور ہو چکی ہے، اس طرف ایک نظر اٹھا کر یہ دیکھ تو سہی کہ اس کا حال کیا ہو گیا ہے، جس کو تو نے اتنی خوب صورتی سے تخلیق کیا، تو نے اس کائنات کو تعمیر کرتے ہوئے یہ گمان بھی کیا ہو گا کہ یہ ناشکری بھی ہو سکتی ہے، یہ اپنی روشوں کو بدل کر مختلف خداؤں کی پرستش کرنے کے

روپ بھی دھار سکتی ہے، اس کی دل نشینی مٹتی جا رہی ہے۔

اے خدا تو نے یہ سب انسان کی دائمی خوشیوں کے لئے ہی تو بنایا اور یہ تیری محبت کی کاملیت کا زندہ ثبوت تھا کہ تو نے اس کو خلق کرتے ہوئے کسی چیز کو بھی برا نہ کہا، بلکہ اسے اچھا قرار دیا، تو نے دنیا کو دھنک کے سات رنگوں سے تشبیہ دی اور محبت کی دیوی کو ماں حوا کے سر کا تاج ٹھہرایا، کیا یہ سب تو نے اسی لئے کیا کہ انسان اپنی راہوں سے بھٹک کر شیطان کا پیچھا کرے تو نے انسانوں کو سب چیزوں سے زیادہ اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا، تو نے اسے عقل و شعور بخشا، تو نے اسے حکمت کی کنجیاں دیں، تاکہ وہ اسے استعمال کر کے ترقی کی وسعتوں کی شناسائی کرے، مگر وہی انسان آج تجھ سے دور ہو کر انسانوں میں محبت کی بجائے نفرت، قبولیت کی جگہ دوری، امن و سکون کی جگہ جنگ کی تیاریوں میں محو ہے، آج کا انسان دعا کرنے اور خوف خدا دل میں رکھنے کی بجائے سب مظلوموں، غریبوں اور ناداروں کا خود خدا بن بیٹھا ہے یہ شہرت کی اونچی کرسی پر اسی لیے بیٹھتا ہے تاکہ آسانی سے دیکھ سکے ہیں کہ کون اس کے اختیار میں آسکتا ہے۔

ان کم ظرفوں نے اپنی آنکھوں پر ظلم و تشدد کی جو پٹی باندھی ہے اس نے شرم و حیا کے تمام بندھنوں کو توڑ کر ظلم کی چادر اپنے گھناؤنے بدنوں پر لپیٹ کر مذہب کے نام پر جو اوڑھ لی ہے وہ سراسر ان کی اصلیتوں کی آئینہ دار ہے اس نے بے گناہوں کو جان سے مار دینے کا جو طریقہ اپنایا ہے وہ اس کے لیے وقتی تسکین کا باعث ہے اس نے اپنے نفس کو راضی کرنے کے لیے گستاخ رسولؐ کے نام پر جو دھندا شروع کیا ہے، اس میں سے اس کی

صرف پل دو پل کی خوشیاں ہیں' اس نے اپنے فریبوں کو چھپانے کے لئے بے گناہوں کا غلط استعمال کیا۔

تو کیوں اے انسان اپنی ہستی کو بھول بیٹھا ہے کہ تو تو مٹی کا کھلونا ہے تو اس سے بھی کیوں ناواقف ہے کہ مجھ سے بھی کہیں عظیم ایک ایسی ہستی ہے' جو سب باتوں اور کاموں کو بخوبی جانتی ہے' وہ جس روپ میں جس کو ڈھالنا چاہئے' ڈھال لیتی ہے' یہ حکومتیں شہرتیں اور وقتی اختیارات سب تجھ سے چھین لئے جائیں گے' یہاں تک کہ ان سب کے بعد تیرا بھی نام و نشان نہ رہے گا۔ تو اپنی فطرت کو بدل اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ حاصل کر کے ایسی زندگی کا انتخاب کر' جس کی بنیاد سراسر محبت اور خوشی پہ ہو تو اپنے گھمبیر تصورات کو نیکی کے رنگوں میں خوب صورت اور پر کشش بنا' تا کہ جو بھی تجھے دیکھے' اس کو تجھ پر رشک ہو۔

آج قبولیت کی اس نازک گھڑی میں تیرے لئے خدا سے یہی دعا مانگتی ہوں کہ تیرے یہ سب رنگ کبھی ماند نہ ہونے پائیں اور جس دن تو خدا کی قربت میں ہو گا' اس دن دیکھنا امن کی فاختہ آسمان سے ہم سب کے درمیان ہو گی' پھر چاروں اطراف صلح و سلامتی کے نغمات فضاؤں میں ہو گے اور پھر ایسے میں کوئی بھی بلاوجہ کسی کو موت کے گھاٹ نہیں اتارے گا اور ہر طرف اجنبیت کی بجائے اپنائیت ہو گی' سب انسان آپس میں راضی و خوشی ہو گئے اور اپنے رب سے پورے ایمان کے ساتھ ہی دعا مانگیں گے۔

اس التجا کے ساتھ ہم سبھی تجھ سے بھروسہ و یقین سے مانگتے ہیں کہ تو جو آسمان کی سلطنت پر واحد خدا ہے' تمام دنیا کو توفیق عطاء کر کہ وہ حلیمی و

عاجزی کے ساتھ اپنے ان بھائیوں کی رہائی کے لئے تیرے حضور میں سر بسجود ہو کر یہ دعا مانگیں کہ اے خدا تو ان پر رحم کر اور ان کو ظلم و تشدد کی تمام زنجیروں سے آزادی نجات اور رہائی بخش، تاکہ سب انسان تیری پاک مرضی کو پورا کرتے ہوئے ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش آئیں، چاہے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور اس کا تعلق بے شک کسی بھی مذہب سے ہو، کبھی حقارت سے نہ دیکھیں۔ ("مکاشفہ" نومبر ۹۵ء)

(۳) "مسیح اور مسیحیت پر نام نہاد علماء اسلام کے رکیک حملے"

اس عنوان کے تحت مسیحی ماہنامہ "کلام حق" جون ۹۵ء رقمطراز ہے:

"گزشتہ چند برسوں سے یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ مسلمان علماء کی تعداد حیرت انگیز ناقابل یقین حد تک بڑھ گئی ہے اور ایسے رسائل میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے جو مسیح کی ذات اقدس اور مسیحی عقائد پر بے مقصد تنقید و تضحیک کرنے میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پاکستان کی حکومت کے مطابق ہندو پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت ہے لیکن کبھی ان کے عقائد کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔ اسکے علاوہ بھی پاکستان میں دیگر غیر مسلم آباد ہیں انکے عقائد پر تنقید ان رسائل سے غائب ہے۔ اس حقیقت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ یہ لوگ مسیحیت سے خوفزدہ ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کی تنقید صرف مسیحی عقائد پر ہی ہوتی ہے"۔ ("کلام حق" صفحہ ۱۴)

مناسب تھا کہ اتنے اہم کیس میں "کلام حق" گول مٹول باتوں سے کام

نہ بنتا' اپنے دعویٰ کی دلیل میں متعلقہ رسائل کے مکمل کوائف، اور حوالہ جات بتاتا اور اقتباسات درج کرتا۔

بہرحال "کلام حق" کی شکایت اپنی جگہ قابل غور ہے۔ مسیح کی ذات اقدس کی شان میں کچھ کہنا بھی توہین رسالتؐ اور ۲۹۵ سی کے تحت قابل مواخذہ اور قابل دست اندازی پولیس ہے جس کی سزا موت ہے۔ مسیحی عقائد پر تنقید بھی جرم ہے۔

اتنے عظیم جرم پر چشم پوشی کی وجوہات "کلام حق" ہی کو معلوم ہوں گی۔ ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ:

(۱) اگر "کلام حق" کے پاس قانون چارہ جوئی کے لیے وسائل نہیں ہیں (جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے) تو کوئی بات نہیں۔ کیس تیار کیا جائے اس پر اٹھنے والی اخراجات کی ادائیگی "المذاہب" کے ذمہ ٹھہری!

(۲) اگر "کلام حق" ایسے معاملات کو آگے نہیں بڑھانا چاہتا تو اس کی وضاحت کر دے اور مستقبل میں اس موضوع پر مزید لب کشائی نہ کرے۔

(۳) جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ملکی قوانین ہر مذہب و ملت کے پیروکاروں کے لیے برابر ہیں۔ سب پر یکساں لاگو ہیں۔ کوئی وقوعہ قانون تک پہنچایا جائے تو سہی!

(۴) "کلام حق" کی معلومات غلط ہیں۔ پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت ہندو نہیں۔ "کلام حق" کے ہم مذہب مسیحی ہیں۔ ۸۱ء کی مردم شماری کی رو سے مسیحی ۱۳،۱۰،۴۲۶ اور ہندو ۱۲،۷۶،۱۶۰ تھے (اس قسم کے اعداد و شمار المذاہب اور مسیحی جرائد میں چھپتے رہتے ہیں) ہم نے اپنی تالیف "پاکستان

میں مسیحی آبادی" میں اس موضوع پر مفصل اظہار خیال کیا ہے (اشاعت فنڈ مبلغ پانچ روپوں کے ڈاک ٹکٹ)۔

(۵) ہندوؤں کی اکثریت سندھ میں رہتی ہے۔ ہندومت کوئی تبلیغی مذہب نہیں ہے۔ ہندو خاموش طبع لوگ ہیں۔ اس لیے مسلم رسائل میں ان کے مذہب اور عقائد کا بہت کم مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جبکہ عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں الم نشرح اور ظاہر و باہر ہیں۔ (پاکستان ہی کیا) دنیا بھر کے کونے کونے میں بڑھ چڑھ کر ہیں۔

اندریں حالات یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ مسیحی عقائد پر تنقید "مسیحیت سے خوفزدگی" کی بنا پر کی جاتی ہے۔

اس کے بعد مسیحی جریدہ مسلم فرقوں کے دریان جاری "جنگ" کا ذکر کر کے لکھتا ہے:

"ہماری درخواست ہے کہ پہلے آپ اپنے اختلافات ختم کریں اور اپنے گھر کو سنواریں پھر ہماری طرف آئیں تاکہ پور توجہ کے ساتھ ہمارے عقائد کو غلط ثابت کرنے کی بے سود کوشش شروع کریں۔"

بہتر ہوگا کہ "کلام حق" اپنے مسائل پیش کرنے اور اعتراضات کا محتاط جواب دینے پر ہی اکتفا کیا کرے اور مذکورہ قسم کی عیب جوئی سے احتراز کرے۔ "کلام حق" کی روش میں تبدیلی نہ آنے اور اپنی تحریر پر ڈٹے رہنے کی صورت میں خیال رہے کہ، اسے جواب دینے کا ہمارا حق محفوظ ہے۔ جسے ہم نے فی الحال استعمال نہ کرنا ہی "کلام حق" کے حق میں بہتر جانا ہے۔

"کلام حق" جولائی ۹۵ء کے صفحہ ۱۳ پر مرقوم ہے:

"مورخہ ۹۵-۶-۲۶

محترم جناب کے ایل ناصر صاحب

آداب! میں ایک سیکنڈ ائیر کا طالب علم ہوں- میں پڑھتا ہوں-

"سر میں آپ کی خدمت میں ایک کتاب بنام "بائبل کیا ہے" از مولانا محمد تقی عثمانی بھیج رہا ہوں- میں نے پشاور میں سنا تھا کہ آپ مختلف مسلم رائیٹرز کے جواب اپنے ساتھیوں کی بھرپور مدد سے دیتے ہیں- اس طرح ان کے منہ بند ہو جاتے ہیں-

آپ مذکورہ بالا کتاب کا جواب تحریر کریں- اگر ان باتوں کے جواب میں کتابیں شائع ہو چکیں تو براہ کرم مجھے ان کے نام لکھ دیں یا پھر بھجوا دیں-

سر میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کے قیمتی وقت کو اس گندی کتاب سے خراب کر رہا ہوں- مگر سر میری آپ سے گزارش ہے کہ اس سے میرا ایمان اور پختہ ہوگا اگر آپ مجھے اس کا جواب تحریر کریں- جلد از جلد

فقط ایک مسیحی طالب علم

اس کے جواب میں "کلام حق" نے مندرجہ ذیل ادارتی نوٹ سپرد قلم کیا:

"پاکستان میں مسیحیت، علماء اسلام کی اشتعال انگیزی اور حکومت کی خاموشی"

گذشتہ دنوں پشاور سے ایک مسیحی طالب علم نے بزرگ ڈاکٹر کے ایل ناصر کے نام ایک خط اور ایک مسلمان عالم کی لکھی ہوئی کتاب بائبل کیا ہے- ارسال کی- اس نوجوان نے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ اس "گندی کتاب" کا جواب دیں-

اس مسیحی نوجوان کا خط اس دکھ کی ٹھیک ٹھاک عکاسی کرتا ہے جو وہ پاکستان کے مسلمان علماء کی مسیحیت کے خلاف تعصب سے بھرپور تحریروں سے انہیں پہنچتا ہے- تنقید برائے تنقید ایک غیر منصفانہ فعل ہے- خاص کر جب کہ اس تنقید کو مدلل جواب دینے کی راہ میں بے شمار قانونی رکاوٹیں حائل ہوں- ہمارے قلم توڑ ڈالے گئے اور زبانیں کاٹ دی گئیں- ہمیں کتب اسلامی کے حوالہ سے اپنا دفاع کرنے کا حق بھی نہیں ہے- اور اگر کوئی ایسا کر بیٹھے تو اس پر پاکستان کی سرزمین تنگ ہو جاتی ہے- حکومت اس معاملہ میں خاموش ہے- حالانکہ ہر کتاب و رسالہ حکومتی اداروں تک پہنچتا ہے- تفصیل سے پڑھا جاتا ہے- مگر مسیحیت کے خلاف بے حیائی سے لکھنے والوں کا محاسبہ کرنے والا کوئی نہیں- ایسی صورت حال شائد ہم جیسے زیادہ عمر کے لوگ برداشت کر لیں گے مگر مسیحی نوجوان خون کو روکنا مشکل ہو جائے گا-

ہمارے خیال میں حالات اس سطح پر پہنچ چکے ہیں کہ مسیحی نوجوان کی قوت برداشت ختم ہوتی جا رہی ہے- اگر حکومت اور علماء اسلام نے اس صورت حال پر سنجیدگی سے غور نہ کیا تو نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا ہے- غازی علم دین شہید جیسے نڈر افراد مسیحی قوم میں بھی ہیں اور کسی کو اس میں شک

نہیں ہونا چاہیے۔"

المذاہب: "کلام حق" نے اس کتاب کا جواب دینے کی طرف توجہ نہیں فرمائی، سائل کو مطمئن نہیں کیا اور باتیں بنا کر، حجتیں کاٹ کر، آئیں بائیں شائیں کر کے اور مسلم علماء اور حکومت کو مطعون کر کے اپنا پیچھا چھڑا لیا ہے۔ اور اس زعم میں مبتلا ہو گیا ہے کہ وہ طالب علم کی فرمائش پوری کرنے کے فریضہ سے سبکدوش ہو گیا ہے۔

"کلام حق" جون ۹۵ء کے ۱۶ میں سے ساڑھے نو اور جولائی کے ۱۶ میں سے ۸ صفحات مسلمانوں کو "تنقید برائے تنقید" کا جواب دینے، ان کی تنقیص اور ان پر جارحانہ حملوں کے لیے وقف ہیں اور دونوں مراحل پر "بے شمار قانونی رکاوٹیں حائل نہ ہوئیں" مخاطبین کو جی بھر کر کوسا، "قلم نہ توڑ ڈالے گئے" بے تکان لکھتے گئے۔ "زبانیں نہ کاٹ دیں گئیں" لتر لتر بولتی رہیں۔

"کلام حق" جی! اب بھی آپ لکھیں۔ "بائبل کیا ہے؟" کا جواب لکھیں۔ "اسلامی کتب کے حوالے سے اپنا دفاع کرنے کے حق" پر لات ماریں۔ آپ کو ان کے سہارے کی ضرورت کیا اور کیوں ہے؟ کیا آپ کی کتابیں کافی نہیں ہیں؟ یہ سوال الگ رہا کہ "اسلامی کتب آپ کے حق" میں جاتی بھی ہیں یا نہیں؟

"کلام حق" جی آپ کتاب کا جواب لکھیں۔ مسیحی نوجوان کو مطمئن کریں۔ اس کا "ایمان اور پختہ" کریں۔ کرنے والا کام تو یہ ہے! اس کی طرف توجہ فرمائیے۔ اگر جون اور جولائی کے پرچوں میں مسلمانوں اور

حکومت پر تنقید کرنے سے "کلام حق" پر آفات کا پہاڑ نہیں ٹوٹ پڑا۔ ساری عمر "گندی کتابوں کا جواب" دینے سے ڈاکٹر کے ایل ناصر کا بال بھی بیکا نہیں ہوا تو المذاہب ضمانت دیتا ہے کہ "بائبل کیا ہے؟" کا جواب دینے سے بھی ان پر "پاکستان کی سرزمین تنگ نہیں ہو جائے گی۔"

"کلام حق" جی! آپ جواب ہمیں لکھ بھیجیں۔ مقالہ نگار کا نام بتائے بغیر اسے "المذاہب" میں شائع کیا جائے گا۔ (اگر کوئی پوچھ گچھ ہوئی تو) ہر قسم کا بوجھ "المذاہب" پر پڑے گا۔ نتائج کے ذمہ دار ہم ہوں گے۔ لیجئے اب تو جواب دینے میں کوئی رکاوٹ، کسی قسم کا ڈر، وہم، خطرہ، بقایا نہیں رہ گیا! بس آپ علمی، تحقیقی، مدلل اور To the point جواب لکھ کر ہمارے حوالہ کریں۔ آگے ہم جانیں اور ہمارا کام۔ بالکل سکون اطمینان سے اپنے گھر بیٹھے رہیں۔ کوئی عام اہل اسلام یا سرکاری اہل کار آپ کی ہوا کی طرف بھی نہیں دیکھے گا۔ بفضلہ تعالیٰ۔

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا

"کلام حق" جی! "بائبل کیا ہے؟" میں کی غلطیوں، الزامات، بہتان تراشیوں، "تعصب"، "تنقید برائے تنقید"، "غیر منصفانہ فعل" اور ہر اعتراض، سوال کی نشاندہی کیجئے۔ ان کا "مدلل" جواب لکھئے مسیحی نوجوانوں کو "غازی علم دین شہید" بننے کی ترغیب نہ دیجئے۔ انہیں یہ راہ نہ سجھائیے۔ اپنی کمزوریوں کی قربان گاہ پر انہیں بھینٹ نہ چڑھائیے۔

"کلام حق" جی! جو شخص گڑ دینے سے مر سکے اس کے لیے زہر کی

تلاش میں نہ نکلئے۔ اٹھئے ہمت کیجئے اور "بائبل کیا ہے؟" کے جواب میں اپنے قلم کے جوہر دکھائیے۔

واضح ہو کہ ان گزارشات کے جواب کی نہیں "بائبل کیا ہے؟" کے جواب کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی اس تحریر کے جواب پر ہرگز ہرگز غور نہیں کریں گے۔

"کلام حق" جی! "بائبل کیا ہے؟" کا جواب آنا چاہیے۔

۔ "ایک کہنہ مشق مسلمان دانشور" "دانشور صاحب" محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ، ستارۂ سماج کو انتظار ہے۔

"بائبل کیا ہے؟" کے جواب کی۔

۔ "کلام حق" جنوری ۱۹۹۱ء میں مجھے ان خطابات سے نوازا گیا تھا۔ مزید لکھا تھا:

"ہماری دعا ہے کہ رب العزت اس مسلمان دانشور کی عمر دراز کرے۔"

فللہ الحمد علیٰ ذالک۔

تنقید و تبصرہ

ٹی ناصر

ابلیس نامہ (المذاہب) نومبر ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر جناب پروفیسر محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے، کئی سالوں کی خاموشی کے بعد آخر کار رانا صاحب نے "کلام حق" پر لب کشائی کی جرات کر ہی لی۔ مگر طرز تحریر نہیں

بدلا یعنی وہ بازاری زبان وہ ہی عامیانہ روش اور وہ ہی روایتی ڈھٹائی۔
اسلم صاحب کمال ڈھٹائی و بے شرمی سے پوچھتے ہیں کب کہاں اور کس نے؟ گو رانا صاحب ان تمام برساتی دھمکیوں سے اچھی طرح واقف ہیں مگر پھر بھی ہم سے پوچھتے ہیں حالانکہ یہ خود محقق بھی ہیں اور ان کے ہاتھ شیطان کی آنت کی طرح لمبے بھی' لہٰذا ان سے عرض ہے کہ وہ ہم پر گول مول بات کرنے کا الزام لگانے کے بجائے خود تحقیق کریں' مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔"

"بہرحال "کلام حق" کی شکایت قابل غور ہے کہ مسیح کی ذات اقدس کی شان میں کچھ کہنا بھی توہین رسالت اور ۲۹۵ سی کے تحت قابل مواخذہ اور قابل دست اندازی پولیس ہے جس کی سزا موت ہے مسیحی عقائد پر تنقید بھی جرم ہے" اتنے عظیم جرم (بے شرمی پر چشم پوشی جو اہل اسلام کر رہے ہیں) کی وجوہات "کلام حق" ہی کو معلوم ہوں گی۔
اس کی وجہ ناصرف معلوم ہے بلکہ اس پر عمل پیرا ہیں۔ ہمیں آپ جیسے علماء کے لیے غضب الٰہی کا انتظار ہے جو آپ پر آکر رہے گا۔"
(رومیوں ۱۲ باب ۱۹ آیت)

اور رانا صاحب کے حق میں تو یہاں تک لکھا ہے۔" بلکہ اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اس کو کھانا کھلا' اگر پیاسا ہو تو اسے پانی پلا' کیونکہ ایسا کرنے سے تو اس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا (رومیوں ۱۲ باب' ۲۰ آیت) ہم نے یعنی مسیحیوں نے رانا صاحب کی بھوک' پیاس اور ٹی بی کی بیماری میں مدد کی اور یہ صاحب تیس برسوں سے آگ کے انگاروں پر لوٹ

رہے ہیں۔ اور احسان اتارنا چاہتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :۔
۱۔ اگر "کلام حق کے پاس وسائل نہیں (ناجائز دولت نہیں) تو کوئی بات نہیں کیس تیار کیا جائے اس پر اٹھنے والے اخراجات کی ادائیگی "المذاہب" کے ذمہ ٹھہری' ہم رانا صاحب کی پیش کش پر پھر اپنے الفاظ کو دہراتے ہیں "تو کم ظرف کی روٹی نہ کھا۔"
۲۔ اگر کلام حق" ایسے معاملات کو آگے نہیں بڑھانا چاہتا تو وضاحت کرے اور مستقبل میں اس موضوع پر لب کشائی نہ کرے۔" جواباً" عرض ہے کہ ہم نے اس معاملے کو بہت آگے بڑھا دیا ہے یعنی خدائے بزرگ و برتر کی عدالت میں اور اس کا انصاف بھی دیکھ رہے ہیں اگر آپ لوگ یعنی علماء اسلام اس سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو اس میں آپ کا قصور ہے اور آپ سب مل کر اس کی سزا خیبر کے پہاڑوں سے کراچی کے ساحل تک بھگت رہے ہیں۔ ہماری زبان بندی کا حکم تعزیرات پاکستان کی کونسی شق کے تحت دے رہے ہیں' وضاحت کریں۔
۳۔ ملکی قوانین سب کے لیے برابر ہیں" صرف کاغذ پر عملاً ایسا نہیں۔
۴۔ مسیحی آبادی کے متعلق ہماری معلومات یقیناً غلط ہیں اور یہ غلط معلومات آپ کی حکومت ہم تک پہنچاتی ہے۔
۵۔ غیر متعلق ہے
۶۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ لوگ مسیحیت سے خوفزدہ ہیں اور اسی لیے جوش بغیر ہوش سے مسیحیت کے خلاف گھٹیا اور غلیظ قسم کی کاوش بے سود میں مصروف ہیں اور یہ کہنا غلط نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

۷- یہ بھی غلط نہیں کہ پاکستان میں مختلف اسلامی فرقوں میں جنگ شدت اختیار کر چکی ہے-

۸- ہم نے حقائق سے کبھی منہ نہیں موڑا، سچ بات کہنے سے خوفزدہ نہیں- آپ ہمیں یہ کہہ کر دھمکا نہیں سکتے کہ "کلام حق" کی روش میں تبدیلی نہ آنے اور اپنی تحریر پر ڈٹے رہنے کی صورت میں خیال رہے کہ اسے جواب دینے کا ہمارا حق محفوظ ہے، جسے ہم نے فی الحال استعمال نہ کرنا ہی "کلام حق" کے حق میں بہتر جانا ہے-"

رانا صاحب آگئے اپنی اصلیت پر آپ کا حق تو محفوظ ہی ہے، استعمال کر ڈالیں ذرا ہم بھی دیکھیں کتنا دم ہے آپ میں-

عرض ہے-

کہو ناخدا سے کہ لنگر اٹھا لے
میں طوفان کا رخ دیکھنا چاہتا ہوں

بحوالہ گندی کتاب، بلکہ کتابوں کا جواب ہزار بار دیا جا چکا ہے مگر آپ لوگ ان سوالوں کو پھر کسی اور کے نام سے سامنے لے آتے ہیں یہ ڈھٹائی نہیں تو کیا ہے پاکستان میں مسیحیت" مصنف نادر رضا صدیقی بھی ایسی ہی ایک فضول کتاب ہے جس کا مدلل جواب دو برس یعنی ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۲ء تک قسط وار "کلام حق" میں دیا گیا اور اس دوران نہ تو مصنف نے لب کشائی کی نہ آپ نے، اس وقت آپ کہاں وفات پا گئے تھے، جو ۱۵ سال بعد تقی عثمانی کی کتاب کا جواب طلب کر رہے ہیں-

بائبل کیا ہے کا جواب خود قرآن میں کم از کم ۳۰ مرتبہ آیا ہے- اگر

حوالے یاد نہیں تو بھجوا سکتا ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ آپ خود قرآن کا مطالعہ کریں تاکہ "بائبل کی شان از روئے قرآن" آپ سب پر واضح ہو سکے۔

رانا صاحب کی بازاری زبان ملاحظہ کریں' زبانیں نہ کاٹ دی گئیں لتر لتر بولتی رہیں" یہ ایک عالم کی زبان ہے یا بازاری انسان کی فیصلہ قارئین کو کرنا ہے' بائبل کیا ہے کا جواب جب قرآن نے بائبل کی صداقت کی صورت میں دے دیا ہے تو باقی کتابوں پر ہم پہلے ہی آپ کے مشورے سے "لات مار" چکے ہیں' پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہم آپ لوگوں سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ لہٰذا ابلیس نامہ کی ابلیسیت میں چھپنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں اور مزید یاد دہانی کروا دوں کہ کوئی To the point بات آپ کے ذہن صغیر میں آہی نہیں سکتی۔"

نومبر کے شمارہ میں بزرگ و محترم ٹی پیٹر صاحب نے To the point لکھا ہے' کیا سمجھے آپ کچھ نہیں' مسیحی نوجوانوں کے لیے غازی علم دین بننے کی ترغیب سے آپ اتنے گھبرا کیوں گئے کیا غرناطہ یاد آگیا یا فرانس کی سرحد یا ہلاکو خان' ہم مسیحی نوجوانوں سے عرض کرتے ہیں کہ وہ غازی علم دین نہ بنیں۔ اس وحشت کا حق اہل اسلام پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں۔

"کلام حق" سے زچ ہو کر تحریر فرماتے ہیں "واضح ہو کہ ان گذارشات (احکامات) کے جواب کی نہیں بائبل کیا ہے؟ کے جواب کی ضرورت ہے ہم اپنی اس تحریر کے جواب پر ہرگز ہرگز غور نہیں گے "کلام حق" جی! بائبل کیا ہے" کا جواب آنا چاہیے"

لیجئے رانا صاحب بچوں کی طرح پھر زمین پر لیٹ گئے اور یہ ہی لوں گا' یہ لوں گا کہ ضد میں ایڑیاں رگڑنے لگے اب مار کھا کر ہی لوٹنیا لینا بند کریں گے۔ ("کلام حق" نومبر۹۵ء)

ساتواں مقالہ

دھمکیاں ہی دھمکیاں

(۱) شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ شامل کرنے کی مخالفت میں سندھ اسمبلی کے اقلیتی رکن ہوشنگ بروچہ نے اسمبلی کے اجلاس میں کہا۔ "اس وقت بوسنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ یہ حالات پاکستان میں ہوں"۔ (روزنامہ نوائے وقت ملتان ۳۔ نومبر ۱۹۹۲ء)

(۲)

اساں پیدا غلام نہیں کرنے
اپنے بچے نلام نہیں کرنے
کھوہ کے لینا ایں اپنے حصے نوں
نیویں نیویں سلام نہیں کرنے

(مسیحی رسالہ "جفاکش" ۶ مارچ ۹۴ء)

(۳) ؎

دنیا میں قتیل اس سا منافق کوئی نہیں
جو ظلم تو سہتا ہے، بغاوت نہیں کرتا

(مسیحی جریدہ "نئی دنیا" اگست ۹۴ء)

(۴) ایسے نظریات کو ہوا نہ دی جائے، جن سے ملکی جغرافیائی سرحدوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ (مسیحی جریدہ "بوئے مادران" جون ۹۳ء)

(۵) حکومت کی ان شاطرانہ چالوں اور پالیسیوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا

سکتا ہے کہ وہ ہمیں کس قدر احساس محرومی کا شکار کرنا چاہتی ہے' لیکن "بڑوں" کو تاریخ فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ کسی کو زیادہ احساس محرومی دنیا انقلاب پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ (ایضا)

(۶) ہم ایک پاکستانی قوم کی حیثیت سے اپنے ملک کی بہتری کے لئے سوچتے ہیں' ورنہ بنگلہ دیش کے قیام سے سبق حاصل کرنا ہم سب کے مفاد میں ہے۔ ("بوئے مادران" جون ۱۹۹۳ء)

(۷) ہمارے خیال میں حالات اس سطح پر پہنچ چکے ہیں کہ مسیحی نوجوان کی قوت برداشت ختم ہوتی جا رہی ہے' اگر حکومت اور علماء اسلام نے اس صورت حال پر سنجیدگی سے غور نہ کیا تو نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ غازی علم الدین شہید جیسے نڈر افراد مسیحی قوم میں بھی ہیں اور کسی کو اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔ (مسیحی جریدہ "کلام حق" جولائی ۱۹۹۵ء)

(۸) "........ ایشیا میں بھی کیتھولک کلیسیا پیچھے نہیں ہے' یہاں اگرچہ مسیحی آبادی صرف ۲ فی صد ہے' لیکن اس کے باوجود مسیحیوں کے وجود کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ جاپان' کوریا' تائیوان' فلپائن' چین' انڈونیشیا' ملیشیا' تھائی لینڈ' برما' سری لنکا' بھارت' پاکستان' بنگلہ دیش' نیپال' غرضیکہ آپ ایشیا کے کسی ملک کا نام لیجئے' مسیحی ۲ فی صد ہونے کے باوجود ان کی موجودگی کو محسوس کیا جاتا ہے۔ مشرق وسطٰی میں بھی مسیحی ایک خاص پہچان رکھتے ہیں۔ کوریا میں جمہوریت اور ڈکٹیٹر شپ کی جنگ میں کلیسیا سب سے پیش پیش ہے" ("کاریتاس" جون ۱۹۹۱ء)

(۹) "میں مسلم اکثریت پر اتنا واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کرنوں کے قدم

کبھی رک نہیں سکے۔ چاہئے انہیں بادلوں ہی کے کفن کیوں نہ پہنائے جائیں"

"جب انسانوں کو ان کے دھرم چھوڑنے کو کہا جاتا ہے تو پھر لوگ کفن سروں پر باندھ کر سڑکوں پر نکل آتے ہیں، ابھی بھی لڑھکے ہوئے بیروں کا کچھ نہیں بگڑا، وگرنہ پوری اقلیتی قوم ملک کے بنیاد پرست فرقے سے ٹکرا جائے گی۔ حقوق مانگنے سے نہیں ملتے، حقوق چھینے جاتے ہیں، ہم اتنی آسانی سے اپنے بنیادی حقوق سے دستبردار نہیں ہوں گے"۔

(۱۰) "میں پاکستان بھر کی اقلیتوں سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ سب متحد ہو جائیں اور ہم متحد ہو کر ان لوگوں کو اقلیت میں بدل دیں، جس کا مطلب یہ ہو گا کہ تین صوبے ہمارے اور ایک صوبہ ان کا"۔ (کاریتاس" دسمبر ۹۲ء)

(۱۱) اگر اسی طرح کا سلوک اقلیتوں کے ساتھ جاری رہا اور حکومت اور مذہبی رہنماؤں نے اپنے رویوں میں تبدیلی پیدا نہ کی تو وطن عزیز میں خانہ جنگی اور بغاوت جیسی بڑی چیزیں جنم لے سکتی ہیں، بالکل آزادی پاکستان اور بنگلہ دیش کی طرح"۔ (ایضاً)

"اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت ختم کی جائے"

(۱۲) لاہور (جنگ نیوز) قومی کنونشن برائے قانونی معاملات کے وفاقی دارالحکومت میں رہنے والے دو روزہ کنونشن کے اختتام پر سفارشات پیش کی گئیں، جن میں کہا گیا کہ لوگوں کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم نہیں کیا جانا

چاہیے۔ مذہب چونکہ انسان کا ذاتی معاملہ ہے، لہٰذا ریاست کو شہریوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ خانگی قوانین کو مسلسل اور باضابطہ بنایا جائے، تاکہ ہر پاکستانی خاتون کو یکساں حقوق اور مراعات حاصل ہو سکیں۔ یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ حکومت پاکستان خواتین سے متعلق امتیازی قوانین کے خاتمے کے لئے اقوام متحدہ کے کنونشن پر دستخط کرے۔ فیڈرل شریعت کورٹ اور تمام خصوصی عدالتیں ختم کر دی جائیں، غیر سرکاری تنظیموں اور ارکان پارلیمنٹ کے درمیان مؤثر رابطہ قائم کیا جائے، مزید تاخیر کے بغیر حکومت اور اپوزیشن فوری طور پر خواتین کی نشستیں بحال کر دیں۔ سیاسی پارٹیوں کے ایکٹ میں تبدیلی کرتے ہوئے سیاسی جماعتوں کو اس امر کا پابند بنایا جائے کہ وہ قومی اسمبلیوں اور بلدیاتی اداروں کے انتخابات میں خواتین کو ٹکٹ دیں۔ خواتین اور اقلیتوں کے خلاف امتیازی قوانین کا خاتمہ کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل ختم کر دی جائے۔ ریاست میں پالیسی بنانے والے اداروں میں خواتین کو بھی موثر نمائندگی دی جائے۔ ("ساون" جون ۹۴ء صفحہ ۴۴ کالم ۳)

(۱۳) "ملائیت کو سیاست سے الگ رکھا جائے"۔ ("نئی دنیا" جولائی ۹۴ء صفحہ کالم ۱)

(۱۴) "لاہور (نمائندہ جنگ) جوائنٹ ایکشن کمیٹی برائے عوامی حقوق کے زیر اہتمام ایک سیمینار میں جس کا موضوع "مذہب میں انتہا پسندی اور جمہوری سیاست" تھا۔ مقررین نے کہا:

"عوام اکثریت میں ہیں، اس لئے محترمہ بے نظیر بھٹو مٹھی بھر ملاؤں کو

نتھ ڈالیں' انھوں نے ایسا نہ کیا تو پھر ہم بھی محترمہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ ملا حکومتوں کو بلیک میل کرتے آئے ہیں' لیکن اب حکومت ان کو منہ توڑ جواب دے۔ اس سلسلہ میں عوام حکومت کے ساتھ ہیں"۔

"ہم مولویوں سے اخلاق سے بات کرتے ہیں' لیکن وہ شیطان کی زبان استعمال کرتے ہیں' حکومت ان ملاؤں کو حلوہ کھلانے کی بجائے انہیں جیلوں میں بھجوا دے۔ یہ کھالیں بیچنے والے ملا کیا خاک ترقی کریں گے۔ ہم بھاگنے والے نہیں ہیں' ان کے فتوؤں پر کوئی کان نہیں دھرے گا۔ یہ عالم دین نہیں غنڈے ہیں۔ ہم ملک میں سیکولرزم لائیں گے۔ ہمیں اپوزیشن اور حکومت دونوں کا محاسبہ کرنا پڑے گا"۔

"مولوی یہاں بھی بنگلہ دیش بنانا چاہتے ہیں' ان کو ضیاء الحق کے دور کی بری عادتیں پڑی ہوئی ہیں"۔

"ہم ملاؤں کی دیواروں کو گرا کر دم لیں گے۔ اس دھرتی پر علماء نے جتنے افراد کو قتل کیا ہے۔ اتنے قتل انگریزوں نے بھی نہیں کئے تھے"۔

"اگر بے نظیر بھٹو نے حکومت کرنی ہے تو انہیں مولویوں کا محاسبہ کرنا ہو گا"۔

"ہم بھی کلاشنکوف اٹھا سکتے ہیں"۔

"مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیے۔ پاکستان کے عوام ملائیت نہیں چاہتے۔

"مذہب کے نام پر مسلمانوں اور عیسائیوں کو لڑایا جا رہا ہے' اگر یہی حالات رہے تو ملک تباہ ہو جائے گا"۔

"جنونی ملاؤں نے پاکستان کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے"۔
"ملاں کی وجہ سے پاکستان کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے"۔
"جب بھی ملک اور قوم کو نقصان پہنچا' ملا کے ہاتھوں ہی پہنچا"۔
"جوائنٹ ایکشن کمیٹی برائے عوامی حقوق کے زیر اہتمام ہائی کورٹ سے اسمبلی چوک تک گزشتہ روز ملک میں دہشت گردی' اشتعال پھیلانے والی مذہبی تنظیموں اور فرقہ واریت کے خلاف احتجاجی ریلی منعقد کی گئی' جس میں ۲۷ مختلف تنظیموں کے کارکنوں نے شرکت کی۔ ان تنظیموں میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان' وومنز ایکشن فورم' وار' موومنٹ فار جسٹس اینڈ سوشل ٹالرینس جسٹ' اے ایس آر تحریک حقوق نسواں' نوائے خواتین' پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی' کرسچین آرگنائزیشن فار ہیومن رائٹس' سیمورگ' پاکستان سوشلسٹ پارٹی' ادارہ امن و انصاف' پنجاب نوجوان محاذ' پنجاب لوک رس' شرکت الگ' والبی' ڈبلیو سی اے پنجاب' وومن لائرز ایسوی ایشن' مزدور یونین ۔ بھٹہ' ہیومن ریسورس سنٹر' اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل' ای رپان' ورکرز یونین' ا۔ بمکو ایمپلائز یونین پلر' متحدہ لیبر یونین اور یونائیٹڈ لیبر فیڈریشن شامل تھیں۔ ریلی میں خواتین بھی موجود تھیں۔ ریلی میں شریک مظاہرین نے .سیر اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے' جن پر درج تھا۔ ملاں گردی بند کرو' خواتین کو برابر کے حقوق دو' مولوی بدحال عوام خوش حال' جمہوریت اور سیکولرزم لازم و ملزوم ہیں' پاکستان بچانا ہے' مولوی کو بھگانا ہے' ہم امن چاہتے ہیں' عورتوں کے حقوق مذہب کے نام پر بند نہ کرو' سیاست اور مذہب الگ ہیں' امن کا دشمن ملاں' مظاہرین نے ریلی کے

دوران نعرہ بازی بھی کی۔ ریلی کی قیادت سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے کی، جب کہ آئی اے رحمان، عاصمہ جہانگیر، حنا جیلانی، حسین نقی، بیگم طاہرہ مظہر علی، بیگم خاکوانی، شاہ تاج قزلباش، بیگم یوسف صلاح الدین، جوزف فرانسس، الطاف بلوچ اور ملک انور موجود تھے"۔ ("نئی دنیا" جولائی ۹۴ء)

(۱۵) قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اندارج کا فیصلہ مسیحی اقلیت کے احتجاج اور (بیرونی دباؤ) پر واپس لیا گیا تھا۔ اس ضمن میں مؤقف تھا:

"اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ اقدام پاکستان کے اتحاد و سالمیت اور استحکام کے خلاف زہر قاتل ہے، وہ لوگ جو اس کو جداگانہ انتخاب اور نظریہ پاکستان کے عین مطابق سمجھتے ہیں، وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ نفرت، عصبیت اور مذہبی منافرت کے بیج بو کر پاکستان کو متحد نہیں رکھا جا سکتا، اگر دو قومی نظریہ سے پاکستان معرض وجود میں آ سکتا ہے تو کیا غیر مسلموں کو قومیت اور کاروبار حکومت سے الگ رکھ کر انہیں بھی علیحدہ وطن کے مطالبہ کی ترغیب نہیں دی جا رہی؟ یہ انتہائی قابل غور بات ہے، ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ ہمارا کوئی بھی فیصلہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، جس سے خدانخواستہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، اس لئے پاکستان کو ٹکڑے ہونے سے بچایا جائے"۔ (اداریہ "کاتھولک نقیب" یکم نومبر ۱۹۹۲ء)

(۱۶) "درجاتی شناختی کارڈ کا فیصلہ واپس لیا جائے، تاکہ قوم مزید تقسیم ہونے سے بچ سکے اور نازیوں جیسی سوچ کو پاکستان میں نہ لایا جائے، ورنہ

جرمن قوم کی تاریخ سے کون واقف نہیں؟" (ایضاً صفحہ ۲۱ کالم ۱)

(۱۷) "اگر یہ علماء جداگانہ انتخابات پر یقین رکھتے ہیں تو یہ دو قومی نظریہ کو ہوا دیتے ہیں' وہ اقلیتوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ علیحدہ ملک کا مطالبہ کریں"۔

"اگر وہ ہمارے ساتھ اتنے ہی مخلص ہیں تو وہ ہمیں ویٹو Vito کا حق کیوں نہیں دے دیتے؟"

"اس چیز سے قوم پرستی کی بجائے فرقہ پرستی اقلیتوں میں جڑ پکڑ رہی ہے' اگر یہی حالات رہے تو علیحدہ ملک یا الگ ملک کا مطالبہ ضروری ہو جائے گا"۔

"اگر چار یا پانچ فی صد سیاہ فام لوگ امریکہ جیسے ملک کی مشینری کو کنٹرول کر سکتے ہیں تو خیال کیجئے کہ یہاں پر اقلیتوں کے احتجاج کے اثرات کیا ہوں گے؟ اگر ان نتائج سے بچنا چاہتے ہو تو پی پی پی' اے این پی' تحریک استقلال جیسی جمہوری پارٹیوں کو متحدہ الیکشن کی تحریک چلانے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں"۔ ("شعور" اگست ۹۲ء صفحہ ۲ کالم ۱)

(۱۸) "اقلیتوں سے مساوی سلوک کی ضمانت اور ان کی شکایتوں کے ازالہ کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہے کہ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے وقت ان کی رائے طلب کی جائے' آج تک اقلیتوں سے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت کبھی ان کی رائے طلب نہیں کی گئی۔ اور ہمیشہ ان کے بارے میں فیصلے ان پر مسلط کئے جاتے رہے ہیں۔ مسلسل استحصال' حقوق کی پامالی' اپنے مقابلہ میں اکثریتی افراد کی خوشحالی اور کلیدی عہدوں پر

تعیناتی سے اقلیتوں میں پہلے سے موجود محرومی کا احساس شدت اختیار کر جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ احساس محرومی کسی بھی شہری کی حب الوطنی مشکوک بنا دیتا ہے"۔ ("ساون" اپریل ۹۴ء صفحہ ۱۵ کالم ۱)

(۱۹) "اور اس مطالبہ کے مصنف کونسل فار دی ورلڈ انفارمیشن کے چیف ریفارمر علامہ بشپ دانی ایل تسلیم تھے:

"مسیحیوں نے الگ صوبے "ناکستان" کا مطالبہ کر دیا"

لاہور (خبر نگار) پاکستان میں اقلیتی ونگ کے ایک گروپ، جن کا تعلق عیسائی برادری سے ہے، نے آئین کی دفعہ ۲۹۵ بی، سی کے مطابق گستاخ رسولؐ کی سزا موت سے، سے تنگ آ کر اپنے لئے ایک علیحدہ صوبے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ یہ بات ایک عیسائی بشپ نے پریس کانفرنس میں کہی، انہوں نے کہا اس ملک میں چونکہ عیسائیوں پر ظلم ہو رہے ہیں، عیسائیوں کے مطالبات پر کوئی غور نہیں کیا جا رہا اور آئے دن عیسائیوں کو گستاخ رسولؐ کی آڑ میں قتل کیا جا رہا ہے اور ہم پر ظلم و ستم کرنے والوں کو حکومت تحفظ فراہم کر رہی ہے، ہمیں انصاف نہیں مل رہا، اس لئے ہم نے اس ظلم و ستم سے تنگ آ کر پاکستان میں ایک علیحدہ صوبہ کا مطالبہ کیا ہے اور اس صوبہ کا نام "ناکستان" ہو گا اور اس علاقہ کی بھی نشاندہی کی ہے کہ راوی اور ستلج کے درمیان والا علاقہ ہم عیسائیوں کو دے دیا جائے، انہوں نے کہا کہ دس سے پندرہ ہزار کے قریب عیسائی برادری کے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور ہم اس تحریک کو پرامن طریقہ سے آگے بڑھاتے رہیں

گے"۔ ("نئی دنیا" جولائی ۹۴ء)

(۲۰) ظلم کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور ظلم سہنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ظلم کشمیری مسلمانوں پر ہو یا پاکستانی مسیحوں پر۔ ظلم بہرصورت ظلم ہے' جو ایک خونیں انقلاب کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

۲۹۵ سی کے قانون میں ترمیم کے خلاف ملاں نے مذہبی بنیاد پرستی کا انتہا پسندانہ رویہ اختیار کیا ہے' مگر ہم لحہ بہ لحہ اپنے بیانات بدلنے والی حکومت کے پالتو وزراء پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان مسیحوں نے بنایا ہے اور انہیں کے ہم وطنوں کے ہاتھوں ہم پاکستان کو مسیحوں کا "قبرستان" ہرگز نہیں بنے دیں گے۔

اب مسیحی قوم ہر ظالم کا ہاتھ صرف روکے گی ہی نہیں' بلکہ مسیحی قوم کی عزت و حرمت کی طرف بڑھنے والا ہر ہاتھ توڑ دیا جائے گا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے اور لاٹھی کا جواب گولی سے دیا جائے گا' تاکہ آئندہ نسلوں کی باعزت بقاء کا اہتمام کیا جا سکے"۔ (اداریہ ماہنامہ "ساون" اگست ۹۴ء)

(۲۱) خون کی ہولی

ملاں جی نہ ہم پہ یونہی فتوے لگاؤ
میری سوئی ہوئی قوم کو نہ جگاؤ
اس دھرتی کی ہری بھری گود کو
نہ فتنہ فساد کا گھر بناؤ
جھوٹے مقدموں میں نہ ہمیں پھنساؤ
اقلیت کے نام پر نہ ہمیں ستاؤ
ہماری محبت کو نہ نفرت بناؤ
انتقام کے خنجر نہ ہمیں پکڑاؤ
مذہب کے نام پر نہ ہمیں ستاؤ
خون کی ہولی نہ ہمیں کھیلاؤ

لیکن اب کے ---- موسم یہ بتاتا ہے کہ اگر ایسا ہوا تو بہت کچھ ہو گا، شاید اس کا اندازہ کسی کو بھی نہیں، ان مولویوں کو بھی نہیں---- ان شرانگیز اور فتنہ انگیز حزب اختلاف کے لیڈروں کو بھی نہیں، کیا اس انہونی کے بعد پاکستانی اقلیتیں ان ہاتھوں پر، اپنا لہو تلاش کرنے میں وقت ضائع کریں گی؟ کیا وہ خاموش تماشائی بنے اپنے لوگوں کے لئے لہو کی ندیوں کی لہریں گنتے رہیں گے؟ کیا ان کے دلوں میں انتقام کی آگ نہ بھڑکے گی؟

مولانا حضرات کے یہ فتوے، اشتعال انگیز نعرے، تقریریں بیانات اور اشتہارات فتنہ و فساد پر مبنی ہیں، جو کہ ملک پاکستان میں خانہ جنگی کو دعوت

دے رہے ہیں۔ ملک کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے درپے ہیں' اگر ان حالات پر قابو نہ پایا گیا تو ایک ایسا طوفان برپا ہو گا' جس پر قابو پانا---- کسی کے بس کی بات نہ ہو گی۔

ان ملاؤں کو اب یہ جان لینا چاہئے کہ

مسیحی لوگ اب وہ پچاس سال پہلے والے مسیحی نہیں ہیں کہ ہر ظلم سہنے کے بعد بھی بائبل مقدس کی ان آیات کو دہرائیں کہ

☆ "اعلیٰ حکومتوں کے تابع رہو" ---- یا

☆ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے"۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے کلام پاک کی تعلیمات سے منحرف ہو رہے ہیں' ایسا ہرگز نہیں' بلکہ اب ہم بائبل مقدس کی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھ پائے ہیں۔ اس فروتنی اور حلیمی کے ساتھ ساتھ' ہمیں جہاد کرنے اور---- قربانی دینے کا درس بھی ملا ہے' جس کی مثال ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع المسیح خود ہیں' انہوں نے ظلم کے خلاف لڑنے اور صلیب پر چڑھ کر قربانی دینے اور احتجاج کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔

دراصل پاکستانی مسیحی سیاسی' سماجی اور مذہبی طور پر اب بالغ ہو چکے ہیں۔ کلام پاک کی اصل روح کو سمجھ چکے کہ حقوق کے حصول اور ظلم کے خلاف احتجاج کرنا اور جنگ لڑنا جائز ہے' کلام مقدس ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔

ویسے بھی آج کا مسیحی تلوار چلانا جانتا ہے' خون بہانا جانتا ہے--- اور

خون دینا بھی جانتا ہے۔

اس حقیقت کا واضح اظہار ۶ مئی ۱۹۹۴ء کو لاہور کے ایک ہوٹل میں، کرسچین لبریشن فرنٹ کے زیر انتظام آل کرسچین پارٹیز کانفرنس میں، اپنی تقریر میں کر چکے ہیں، بہرحال اب کے اگر۔۔۔ مسیحیوں کی طرف کسی نے انگلی بھی اٹھائی تو وہ انگلی کاٹ دی جائے گی۔

ہمارے آپس کے لاکھ جھگڑے ہوں، (طارق سی۔ قیصر، جے سالک یا روفن جولیس سے)۔ لیکن ہم اس معاملے میں ایک ہیں، ایک خاندان ہیں، ایک قوم ہیں، کسی کا خون ہوتے نہیں دیکھ سکتے، ہم ایک ساتھ جئیں گے، ایک ساتھ مریں گے۔

مسیحی قوم کو چاہیئے کہ اب خاموش رہنے کی بجائے میدان عمل میں نکل آئے، ویسے بھی تو فتوؤں کی آڑ میں قتل ہونا ہے، اس سے بہتر ہے کہ ظلم و تشدد کے خلاف اور اپنے حقوق کے حصول کے لئے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں۔

گھٹ گھٹ کر مرنے سے بہتر ہے کہ زندہ دلی سے جئیں، بے شک چند دن ہی جئیں، یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ پاکستانی اقلیتیں ذلت اور رسوائی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

اس بات کا واضح طور پر اظہار ۱۰ جولائی ۱۹۹۴ء کے روزنامہ جنگ میں گورنر پنجاب چودھری الطاف حسین نے بھی کیا ہے کہ

☆ آج سڑک پر عورت محفوظ ہے نہ اقلیت، اپنے عہدے کی وجہ سے مجبور ہوں کہ ساری باتیں نہیں کہہ سکتا۔۔۔۔

(گورنر پنجاب' روزنامہ جنگ ۱۰ جولائی ۱۹۹۴ء)

اسی دن کے روزنامہ نوائے وقت کے مطابق کہ

☆ "وہ کونسی اقلیت ہے' جو سر اٹھا کر چل سکتی ہے"۔

(گورنر پنجاب)

لہٰذا ان بنیاد پرستوں پر یہ لازم ہے کہ حالات بگاڑنے کی بجائے حالات سنوارنے کی کوشش کریں' وطن عزیز کو کشمیر' بوسنیا کے مسلمان' لبنان' فلسطین یا (بھارتی) مشرقی پنجاب بنانے کی کوشش نہ کریں۔

اگر تعصب' نفرت اور شر کی آگ ان پاکستانی اقلیتوں تک پہنچی تو یاد رہے' ان شرپسندوں کے جسم بھی اس آگ کے شعلوں سے محفوظ نہ رہیں گے۔

لہٰذا' جوش کی بجائے ---- ہوش سے کام لیا جائے۔ افہام و تفہیم سے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کی جائے' تاکہ مولویوں کے یہ فتوے سوئے ہوؤں کو جگا کر خون کی ہولی کھیلنے پر مجبور نہ کر دیں' جو ملک و قوم کے حق میں بہتر نہ ہو گا۔ (ماہنامہ "ساون" اگست ۹۴ء)

۱۹۹۲ء میں حکومت پاکستان نے قومی شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ رکھنے کا فیصلہ کیا تو مسیحی برادری نے اس کے خلاف ہڑتالیں، ہنگامے اور مظاہرے کئے، مندرجہ ذیل تمام خبریں "شناختی کارڈ یا مذہبی کارڈ؟" سے ماخوذ ہیں:

(۱) بشپ آف لاہور ڈاکٹر الیگزنیڈر جان ملک نے کہا بھٹو دور میں بھی کچھ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تھی، جس میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ مسیحیوں کا اتوار چھینا گیا، شراب پر پابندی لگائی گئی، حالانکہ اس سے پاکستان متقی اور پرہیز گار نہیں بن گیا، آج بھی لوگ شراب پی رہے ہیں، جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ بھارت میں سکھ کم ہیں، اس کا باوجود انہوں نے تحریک چلائی، جب کہ پاکستان میں مسیحی ان کی نسبت بہت زیادہ ہیں، اگر ہم نے ویسا رویہ اختیار کیا تو پاکستان کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

(۲) موجودہ حکومت قائداعظمؒ کے فرمان کے خلاف کام کر رہی ہے اور ملک میں تفرقہ بازی کو ہوا دے رہی ہے، جو ملکی سالمیت کے سراسر خلاف ہے۔ اور اس قانون کو ہم نامنظور کرتے ہیں۔

(۳) وفاقی وزیر اقلیتی طبقہ پیٹر جان سہوترا نے کہا ہے کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کرنے سے اسلام کی خدمت نہیں ہوئی، بلکہ یہ

مسئلہ پاکستان کے مسلمانوں اور اقلیتی طبقہ کے درمیان جنگ کا باعث بن سکتا ہے۔

مشتعل عیسائیوں کا گورنر ہاؤس پر حملہ:

(۳) لاہور (خبر نگار) مال روڈ پر مسیحیوں کے جلوس کے دوران مشتعل ہزاروں مظاہرین نے گورنر ہاؤس پر حملہ کر دیا اور اس کا آہنی گیٹ توڑنے کی کوشش کی۔ پولیس کی طرف سے زبردست آنسو گیس پھینکی گئی اور لاٹھی چارج کیا گیا۔ مظاہرین نے پولیس پر ڈنڈوں سے حملہ کر دیا اور زبردست پتھراؤ کیا۔ ہجوم نے مال روڈ پر دو پولیس چوکیوں کو نذر آتش کر دیا۔ مال روڈ سے گزرنے والی گاڑیوں کے شیشے بھی توڑ دیئے۔ شرکاء اتنے مشتعل تھے کہ وہ اپنی طرف پھینکے گئے آنسو گیس کے گولوں کو اٹھا کر دوبارہ پولیس کی جانب پھینک دیتے۔ مظاہرین نے گورنر ہاؤس کے سامنے لگے ہوئے سائن بورڈ اور لائٹیں بھی توڑ دیں' تفصیلات کے مطابق مسیحیوں کا جلوس ناصر باغ سے نعرے لگاتا ہوا روانہ ہوا۔ شرکاء نے طارق سی قیصر کی پاکستان مسیحی پارٹی کے جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ لوگوں نے کفن پوش طارق گل کونسلر کا تابوت اٹھا رکھا تھا' جنہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر مذہب کا خانہ واپس نہ لیا گیا تو وہ اپنے آپ کو زندہ دفن کر لیں گے۔ جلوس جب نعرے لگاتا ہوا سٹیٹ بنک کے سامنے پہنچا تو وہاں مظاہرین نے ٹائر جلائے' جس سے ٹریفک بلاک ہو گئی۔ جلوس کے شرکاء وہاں دھرنا مار کر بیٹھ گئے اور دوسری طرف سے آنے والا ایک اور جلوس اس میں شامل ہو گیا'

جہاں جہاں سے جلوس گزر رہا تھا دکان دار ڈر سے دکانیں بند کرتے گئے۔ ریگل چوک پر بھی مظاہرین نے ٹائر جلائے' چند نوجوانوں نے ویگن ڈرائیوروں کو ڈنڈے مار مار کر زخمی کر دیا' یہاں سے جلوس کے شرکاء نے حکومت کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے گورنر ہاؤس میں داخل ہونے کی کوشش کی' میاں منیر کھوکھر کونسلر لاؤڈ سپیکر پر ہجوم کو گورنر ہاؤس کا گیٹ توڑنے پر اکساتے رہے اور بار بار یسوع مسیح کی قسم دیتے رہے کہ اگر آج یہ گیٹ نہ ٹوٹا تو خدا معاف نہیں کرے گا۔ لوگ طارق گل کے تابوت کو دروازے کے قریب لے گئے۔ مشتعل ہجوم نے گورنر ہاؤس کے سامنے تمام سائن بورڈ اور لائٹوں کو مکمل طور پر توڑ دیا اور لائٹوں کے خول اٹھا اٹھا کر گورنر ہاؤس میں پھینکے گئے' وہاں پر موجود پولیس افسروں نے ہجوم کو سمجھانے کی کوشش کی' لیکن جب مظاہرین گورنر ہاؤس کے دروازے پر ٹوٹ پڑے تو وہاں پولیس اور جلوس کے شرکاء میں دو بدو لڑائی شروع ہو گئی' جس سے کئی پولیس والوں کی وردیاں پھٹ گئیں اور کئی شرکاء بھی زخمی ہوئے' بعد ازاں پولیس نے مشتعل ہجوم پر آنسو گیس کے گولے پھینکنے شروع کر دیئے' جس سے وہاں موجود مظاہرین نے پولیس پر پتھراؤ شروع کر دیا اور ان پر پھینکے جانے والے آنسو گیس کے گولے اٹھا کر گورنر ہاؤس اور پولیس پر پھینکے۔ مظاہرین نے پولیس کی گاڑیوں پر بھی پتھراؤ کیا اور بالخصوص پولیس کی بکتر بند گاڑی کو توڑنے کی بھرپور کوشش کی' جس کے اندر سے ان پر آنسو گیس کے گولے پھینکے جاتے تھے' اس کے بعد کچھ لوگ چیئرنگ کراس اور کچھ دوسری طرف چلے گئے۔ پولیس نے پیچھا کیا اور چیئرنگ کراس کے پاس تین

یا چالیس مظاہرین کو پکڑ کر لاٹھی چارج کیا۔ گورنر ہاؤس سے بھاگے ہوئے ہجوم نے ریگل چوک اور ٹولنٹن مارکیٹ کے قریب موجود پولیس چوکیوں کے سامان کو آگ لگا دی اور گاڑیوں کے شیشے توڑنے شروع کر دیئے' یہاں آنسو گیس کے استعمال سے مال روڈ پر اندھیرا چھا گیا۔ لوگ آنسو گیس سے نڈھال ہو کر پانی تلاش کرتے رہے۔ دو گھنٹے تک وہاں سے لوگوں کا گزرنا محال تھا۔ تصادم کی وجہ سے ۴۳ افراد زخمی ہوئے اور پولیس نے ۳۳ افراد کو گرفتار کر لیا۔ گورنر ہاؤس کے سامنے مسیحیوں کے جلوس کو منتشر کرنے کے لئے جب پولیس نے آنسو گیس کا استعمال کیا تو اس کے دو گولے جناح باغ میں جا گرے' جس سے وہاں سیر و تفریح کے لئے آئے ہوئے لوگ آنسو گیس کا شکار ہو گئے۔ آنسو گیس کے باعث آٹھ کلو میٹر کا علاقہ متاثر ہوا۔ مسیحیوں کے جلوس کے دوران توڑ پھوڑ کی وجہ سے رات گئے تک گورنر ہاؤس کے سامنے پڑے پتھر' مال روڈ پر بکھرے ہوئے گاڑیوں کے شیشے اور سلگتی ہوئی پولیس کی وردیوں کو وہاں سے اٹھانے کی کارپوریشن کے عملہ نے زحمت گوارہ نہیں کی۔ اسمبلی ہال کے سامنے طارق گل کونسلر اور میاں منیر کھوکھر کونسلر نے جلوس کے شرکاء سے خطاب کیا۔ کفن پوش طارق گل نے کہا اس پاکستان کے لئے ہم نے بے پناہ قربانیاں دیں' لیکن آج اس حکومت نے مسیحیوں کے ساتھ جو زیادتی کرنی شروع کی ہے' وہ اب زیادہ دیر نہیں چلے گی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے پریس نوٹ جاری کیا ہے۔ ۱۵ نومبر کو چار پانچ ہزار عیسائی ناصر باغ میں جمع ہوئے اور انہوں نے قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اندراج کے خلاف مال روڈ پر جلوس نکالا۔

جلوس کے شرکاء جو لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے مسلح تھے' اشتعال انگیز نعرہ بازی کرتے ہوئے ساڑھے تین بجے گورنر ہاؤس پہنچے۔ مظاہرین نے اشتعال میں آکر گورنر ہاؤس کے اندر زبردستی داخل ہونے کے لئے مین گیٹ کو توڑنے کی کوشش کی۔ مجمع نے ہنگامہ آرائی کی اور پولیس پر پتھراؤ شروع کر دیا' انہوں نے گیٹ کے وسطی حصہ اور اس کی لائٹوں کو نقصان پہنچایا اور گورنر ہاؤس کے اندر گھسنے کی کوشش کی۔ انسانی جانوں اور املاک کو نقصان پہنچنے کے شدید خطرہ کے پیش نظر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے مشتعل مظاہرین کو منتشر کرنے کے لئے آنسو گیس استعمال کی' ہجوم منتشر ہو گیا' لیکن شرپسند عناصر نے گورنر ہاؤس سے استنبول چوک تک مال روڈ پر ٹریفک سگنلوں' روڈ سائن اور لائٹوں کو نقصان پہنچایا' انہوں نے ریگل چوک پر پولیس کی چوکی اور ٹولنٹن مارکٹ کو نقصان پہنچایا اور انہیں آگ لگانے کی بھی کوشش کی۔ گورنر ہاؤس کے انار کلی گیٹ کے ساتھ بعض بمبو درختوں کو بھی آگ لگانے کی کوشش کی گئی' لیکن قانون نافذ کرنے والے اداروں کی بروقت کارروائی سے آگ پر قابو پا لیا گیا۔ مشتعل مظاہرین کی اشتعال انگیز خشت باری سے ڈیوٹی پر موجود سات پولیس اہلکار اور ایک مجسٹریٹ زخمی ہوا۔ چودہ شرپسندوں کو موقع پر گرفتار کر لیا گیا۔ قانون کی متعلقہ دفعات کے تحت جلوس کے لیڈروں کے خلاف فوج داری مقدمات درج کر لئے گئے ہیں۔ پولیس قانون کے تحت مزید کارروائی کر رہی ہے۔

(۵) شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ الگ بنانے کے خلاف مسیحیوں کی طرف سے شروع کی جانے والی پرامن احتجاجی تحریک نے گذشتہ روز اس

وقت تشدد اور توڑ پھوڑ کی صورت اختیار کر لی، جب وفاقی وزیر مملکت برائے مذہبی امور پیٹر جان سہوترا ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے قریب واقع مسیحی بھوک ہڑتالی کیمپ میں آئے۔ پیٹر جان سہوترا نے سٹیج پر چڑھ کر بھوک ہڑتالیوں اور دیگر مظاہرین سے خطاب کرنے کی کوشش کی تو چند افراد نے انھیں سٹیج سے کھینچنا چاہا، جس پر پیٹر جان سہوترا کے حامیوں اور بھوک ہڑتالی کیمپ میں موجود افراد میں نعرہ بازی شروع ہو گئی۔ پولیس کی نفری اگرچہ پیٹر جان سہوترہ کو بحفاظت مظاہرین کے نرغہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی تاہم مظاہرین نے مشتعل ہو کر خشت باری شروع کر دی اور احاطہ کچہری کی دیوار کے ساتھ پارک کی گئی گاڑیوں کی بری طرح توڑ پھوڑ کی گئی، اس دوران جب مظاہرین کی طرف سے فائرنگ ہوئی تو پولیس نے شرپسندوں کو منتشر کرنے کے لیے ہوائی فائرنگ کی۔

(٦) گذشتہ روز گوجرانوالہ [illegible] مذہب کا خانہ رکھنے کے خلاف مسیحیوں کے احتجاجی [illegible] فادر روفن جولیس کو اس وقت شدید مشکلات [illegible] بار بار مائیک پر آنے کی کوشش میں رکشہ کی چھت پر چڑھ [illegible] رہے تھے، جس پر [illegible] شامل چند مسیحی نوجوان مشتعل [illegible] نے فادر روفن جولیس کو [illegible] کھینچ کر پیٹنا شروع کر دیا۔

بیواؤں، مبلغوں اور نو مسلموں کی سرپرستی، افریقہ و دیگر ممالک میں اسلامی لٹریچر اور قرآن پاک کی ترسیل، باطل مذاہب و نظریات کی تردید، اسلام کی برتری و حقانیت، تبلیغی لٹریچر اور تالیفات و کتب کی طباعت و اشاعت کے ضمن میں اسلامی مشن کا ماضی تابناک اور قابل فخر ہے۔ اس کارِ خیر کو آگے بڑھانے میں مقدور بھر حصہ لیجئے۔

اسلامی مشن کو دیئے گئے عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں

اسلامی مشن سنت نگر، لاہور

محمد اسلم رانا کے فاضلانہ اور محققانہ قلم سے

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	حضرت مسیح اور کتاب مقدس	۳
۲	مسیحی عقائد	۳
۳	بائبل کے متن کی حیثیت	۳
۴	حبیبِ خدا	۳
۵	چند مسیحی غلط فہمیوں کا ازالہ	۳
۶	مسیحی یا مسلمان	۴
۷	قرآن سے بائبل کی تصدیق	۳
۸	حقیقت قصص بائبل	۵
۹	عصمت انبیاء	۵
۱۰	زبور کا حیران کن انکشاف	۵
۱۱	بائبل میں ردوبدل (حصہ اول)	۵
۱۲	بائبل میں ردوبدل (حصہ دوم)	۵
۱۳	تعارف بائبل ختم شد	-
۱۴	اسلام اور سابقہ مقدس	۳
۱۵	الوہیت مسیح اور تثلیث	۳
۱۶	حضرت اسماعیل کی الہامی بشارتیں	۵
۱۷	اصلیت مسیحیت	۵
۱۸	تہذیب نو	۵
۱۹	کیا بائبل کلام الٰہی ہے	۴
۲۰	بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام	۴
۳۹	پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی	۳۰
۲۱	بائبل میں مسیح کے نسب نامے	۴

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۲۲	عالمگیر مذہب، عیسائیت یا پولوسیت	۴
۲۳	سازش کا پردہ چاک ہوتا ہے	۵
۲۴	اقلیتیں مقدس امانت ہیں	۴
۲۵	انجیل نویسوں کی بے خبری	۴
۲۶	تثلیث کی التوحید	۱۲
۲۷	قرآن کریم لازوال معجزہ ہے	۱۵
۲۸	قدیم بت پرستیوں کا مسیحی	۱۵
	مجموعہ کرسمس (طبع برطانیہ)	ختم
۲۹	بھارتی مسلمانوں پر لرزہ خیز مظالم	۱۰
۳۰	عیسائیوں کی بت پرستی	۱۵
۳۱	مسیحی ذہنیت اور گستاخ رسول [illegible]	۲۵
۳۲	مقالات اسلم (طبع) برطانیہ	ختم
۳۳	پاکستان میں مسیحی آبادی	۴
۳۴	قرآن مجید کی شان اقدس مسیحیوں کی شرانگیزی	ختم
۳۵	ضرورت ہے مسیحی [illegible]	۴
۳۶	مسیحی ممالک میں [illegible]	۱۰
۳۷	بائبل کا تصور [illegible]	۴
۳۸	چند مسیحی [illegible]	۲۰
۴۰	قومیائے گئے مسیحی تعلیمی اداروں کی واپسی	۵
۴۱	قصہ مسیحی رہنماؤں پر مقدمات بننے کا	

اسلامی مشن سنت نگر، لاہور